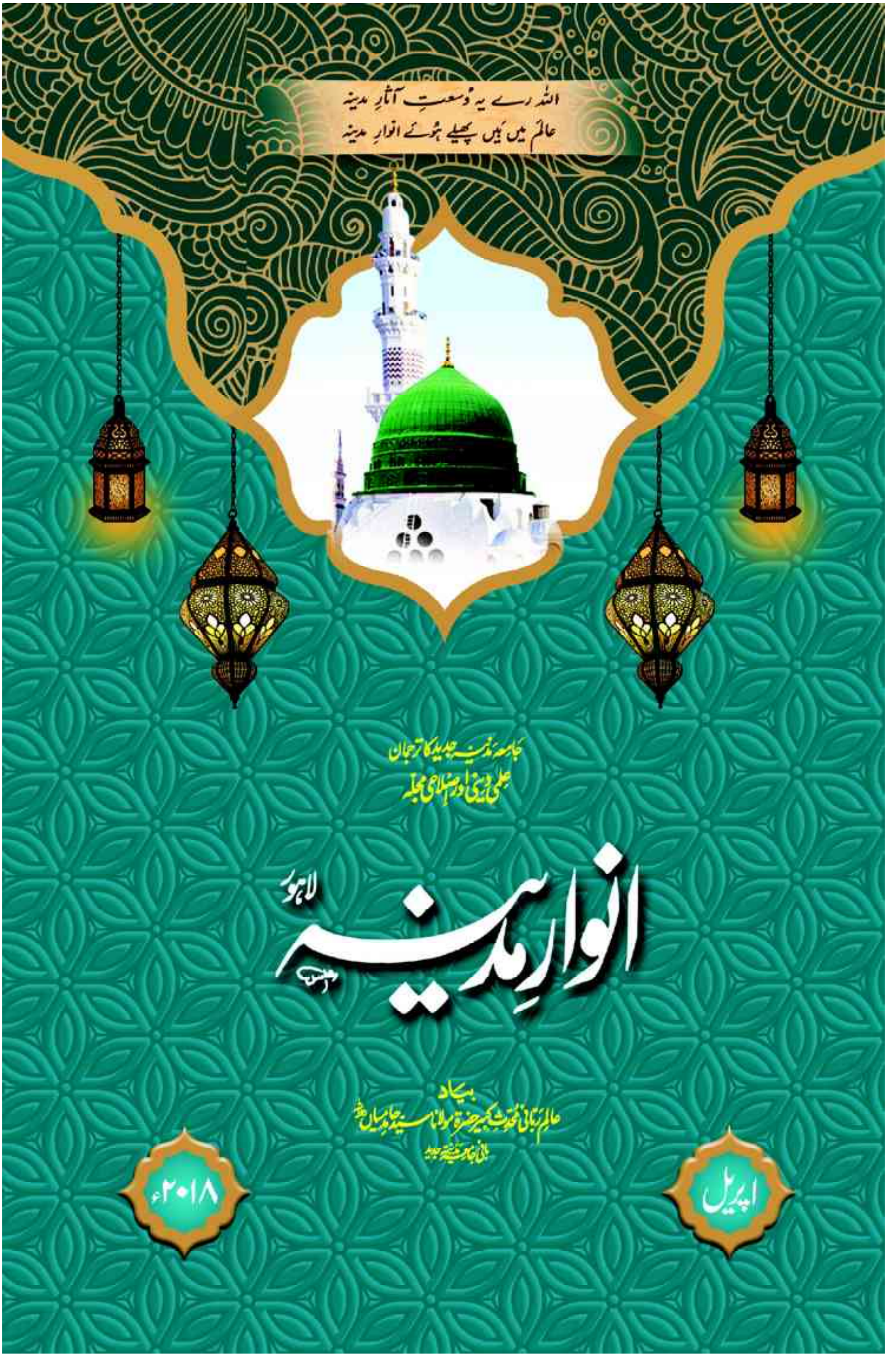
اللہ رے یہ وسعتِ آثارِ مدینہ
عالم میں ہیں پھیلے ہوئے انوارِ مدینہ
جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان
علمی دینی اور اصلاحی مجلہ
انوارِ مدینہ
لاہور
بیاد
عالم ربانی محدث کبیر حضرة مولانا سید حامد میاں
اپریل
۲۰۱۸ء

ماہنامہ انوار مدینہ

شمارہ : ۴	رجب المرجب ۱۴۳۹ھ / اپریل ۲۰۱۸ء	جلد : ۲۶

سیّد محمود میاں	سیّد مسعود میاں
مُدیر اعلیٰ	نائب مُدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ 25 روپے......سالانہ 300 روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ 50 ریال

بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ 13 امریکی ڈالر

برطانیہ، اَفریقہ .... سالانہ 13 ڈالر

اَمریکہ .... سالانہ 16 ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اور اِی میل ایڈریس

www.jamiamadniajadeed.org

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ

0954-020-100-7914-2

مسلم کمرشل بنک کریم پارک برانچ راوی روڈ لاہور (آن لائن)

رابطہ نمبر : 0333-4249302

جامعہ مدنیہ جدید : 042 - 35399051

خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35399052

موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۴
درسِ حدیث	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	٦
دینِ کامل	حضرت اقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ	١١
بیعت کی شرعی حیثیت	حضرت اقدس مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنیؒ	٢۴
تبلیغِ دین	حجۃ الاسلام حضرت اِمام غزالیؒ	٣٦
توبہ کرنے کا حکم اور توبہ کا طریقہ	حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ	۴٣
فضائلِ مسجد	حضرت مولانا صدرالدین صاحب انصاری	۴٩
موت کی یاد	حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری	۵٣
قادیانی سربراہ مرزا مسرور احمد کے نام کھلا خط	حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب	۵٨
اخبار الجامعہ		٦٣
علماء وطلباء کے لیے مختصر کمپیوٹر کورس		٦۴

مخیّر حضرات سے اپیل

جامعہ مدنیہ جدید میں بحمد اللہ چار منزلہ دارُالاقامہ (ہوسٹل) کی تعمیر شروع ہوچکی ہے پہلی منزل پر ڈھائی کروڑ روپے کی لاگت کا تخمینہ ہے، مخیّر حضرات کو اِس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی دعوت دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (اِدارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ !

''سنن ابی داؤد'' میں حضرت عُرس بن عُمیرۃ رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جب زمین پر کوئی برائی کی جاتی ہے تو جو لوگ وہاں موجود ہوتے ہیں اور اس برائی (اور ظلم) کو برا سمجھتے ہیں تو وہ اُن کی طرح ہوتے ہیں جو وہاں موجود نہیں ہوتے (لہٰذا اللہ کے نزدیک ظلم وزیادتی کرنے والوں میں شمار نہیں کیے جاتے) اور جو لوگ وہاں موجود نہ ہونے کے باوجود اس برائی (اور ظلم) پر خوش ہوں گے تو وہ ان کی طرح (اللہ تعالیٰ کے ہاں ظالم اور گناہ گار) شمار ہوں گے جو اس میں (شامل اور) موجود ہوں گے۔[1]

فی زمانہ کئی دہائیوں سے پوری دنیا میں مختلف مقامات پر مسلمانوں کے ساتھ جو ظلم وزیادتی کا عمل تسلسل سے جاری ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے عالمِ اسلام کی مسلم قیادتیں مظلوموں کی مدد پر قدرت کے باوجود کچھ نہیں کرتیں لہٰذا اِس حدیث شریف کی رُو سے وہ ایسے ہی گناہ گار اور ظالم شمار ہوں گے جیسا کہ خود ظلم کرنے والا، یہ حکمران اگر چہ یہ کہتے رہیں کہ ہم اِس ظلم سے خوش نہیں ہیں مگر پھر بھی وہ

---

[1] مشکوۃ شریف ص ۴۳۶

بڑے درجہ کے ظالم ہیں کیونکہ وہ اگر ان کی مدد کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں مگر اپنے ذاتی ، خاندانی یا علاقائی مفادات کی وجہ سے بزدل بنے بیٹھے ہیں البتہ وہ لوگ جو بے اختیار ہیں اُن کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتے ہوئے دل و جان سے اُن کی مدد کرنا چاہتے ہیں اُن کے دشمنوں کو اپنا دشمن سمجھ کر لڑنے مرنے پر آمادہ ہیں وہ ان ظالموں میں شمار نہیں کیے جائیں گے مگر ان پر اخلاقاً اور شرعاً یہ لازم ہے کہ وہ اپنے حکمرانوں کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلاتے رہیں اور اپنے جذبات سے ان کو خبردار کرتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ شام و یمن، فلسطین و عراق، افغانستان و کشمیر، خراسان اور جزیرۃ العرب کے مجاہدوں کی نصرت فرما کر ثابت قدمی عطا فرمائے مظلوموں کی مدد فرمائے اور ان کو صبر و استقامت عطا فرمائے۔

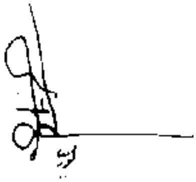

۱۴؍رجب المرجب ۱۴۳۹ھ/ یکم اپریل ۲۰۱۸ء بروز اتوار جامعہ مدنیہ جدید میں منعقد ہونے والی ''تکمیل بخاری شریف'' کی مبارک تقریب کے بیانات آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ (ادارہ)

صلی اللہ علیہ وسلم ... درسِ حدیث ... علیٰ حبیبک خیر الخلق کلہم

حضرت اقدس پیر و مرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحب کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدس کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حضرتِ اقدس کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے، آمین۔

خود کو ''افضل'' دوسروں کو ''حقیر'' سمجھنے کا وبال

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ !

جناب آقائے نامدار ﷺ نے ایک مرتبہ پچھلی اُمتوں میں سے دو آدمیوں کا واقعہ نقل فرمایا کہ بنی اسرائیل میں دو آدمی تھے جنہیں ایک دوسرے سے بہت تعلق اور محبت تھی ان میں سے ایک تو مُجْتَہِدٌ فِی الْعِبَادَۃِ یعنی عبادت میں بڑی کوشش کرتا تھا اور دوسرے کے بارے میں فرمایا کہ وہ گنہگار تھا یہ شخص جو عبادت گزار تھا اُس دوسرے کو جو برائی کرتا تھا ہمیشہ نصیحت کرتا کہ اَقْصِرْ عَمَّا اَنْتَ فِیْہِ یعنی جو کچھ تو کرتا ہے اُس میں کمی کر دے، برائیوں کو ترک کردے مگر وہ گنہگار ایسا تھا کہ گناہ چھوڑنے کی کوشش کرتا تھا مگر گناہ چھوٹتا نہیں تھا، وہ برائی کو برائی سمجھتا تھا خود کو خطا کار اور برا خیال کرتا تھا اپنے گناہوں پر اُسے ناز اور فخر ہرگز نہ تھا، وہ اپنی غلطیوں اور خطا کاریوں کے باعث رنجیدہ خاطر رہتا تھا جب وہ اسے نصیحت کرتا تو یہ جواب میں کہتا کہ خَلِّنِیْ وَرَبِّیْ مجھ کو میرے رب پر چھوڑ دو یعنی یہ گناہ مجھ سے چھوٹتا نہیں میرا معاملہ میرے خدا کے سپرد کر دو اور مجھے اس طرح نہ ٹوکو۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ یہ نیکیاں کرنے والا اس کے ہاں گیا تو دیکھا کہ وہ ایک گناہ میں مبتلا ہے وہ گناہ بھی ایسا تھا کہ عبادت کرنے والے کو بہت بڑا نظر آیا چنانچہ اس نے پھر نصیحت کی اَقْصِرْ عَمَّا اَنْتَ فِیْہِ جو کچھ کرتا ہے اس میں کمی کر، اُس نے پھر وہی جواب دیا کہ خَلِّنِیْ وَرَبِّیْ اور کہا کہ اَبُعِثْتَ عَلَیَّ رَقِیْبًا یعنی کیا تو مجھ پر نگران مقرر کیا گیا ہے، اِس پر اُس عبادت گزار کو بہت غصہ آیا اور کہنے لگا وَاللّٰہِ لَا یَغْفِرُ اللّٰہُ

لَکَ اَبَدًا وَلَا یُدْخِلُکَ الْجَنَّۃَ یعنی اللہ کی قسم اللہ تجھے ہرگز نہیں بخشے گا اور تجھے ہرگز جنت میں داخل نہیں کرے گا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے پاس فرشتہ بھیج دیا اوران دونوں کی روح قبض کر لی اور پھر دونوں کو اپنی بارگاہ میں جمع کیا اور گنہگار سے حق تعالیٰ نے فرمایا اُدْخُلِ الْجَنَّۃَ بِرَحْمَتِیْ کہ جا میری رحمت سے جنت میں داخل ہو جا اور دوسرے سے فرمایا اَتَسْتَطِیْعُ اَنْ تَحْظِرَ عَلٰی عَبْدِیْ رَحْمَتِیْ یعنی کیا تو یہ کر سکتا ہے کہ میرے بندے سے میری رحمت کو روک دے ؟ اُس نے جواب میں اعتراف کیا کہ لَا یَا رَبِّ اے رب نہیں، اور اعتراف کیا کہ میں تیری رحمت کے دروازے کسی پر بند نہیں کر سکتا مگر اب اس اعتراف نے اسے کوئی فائدہ نہ دیا اور حق تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ اِذْھَبُوْا بِہٖ اِلَی النَّارِ[۱] اس کو جہنم میں لے جاؤ ، اسے میں نہیں بخشتا۔

اس حدیث شریف سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ گنہگاروں کے لیے بشارت ہے اور نیکوکاروں کے لیے وعید مگر ایسا نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ نیکی کرنے والے دو طرح کے ہوتے ہیں :

ایک تو وہ ہوتے ہیں کہ نیکی کرنے سے اُن کے دل میں عجب اور غرور پیدا ہو جاتا ہے وہ اپنی نیکیوں پر گھمنڈ کرنے لگتے ہیں دوسروں کو حقارت آمیز نظر سے دیکھتے ہیں۔

اور بعض وہ ہوتے ہیں کہ نیکیوں سے اُن کے اندر پندار و غرور کا مرض نہیں پیدا ہوتا وہ نیکی کرنے کے باوصف خود کو دوسروں سے کمتر خیال کرتے ہیں۔ تو وہ نیکوکار جو دوسروں سے خود کو بہتر سمجھے، گناہوں سے پاک خیال کرے اُس میں تکبر و اَنانیت ہو درحقیقت بہت بڑا گنہگار ہے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے بارے میں متقی اور صالح ہونے کا فیصلہ کرے قرآنِ کریم میں ارشاد ہے ﴿فَلَا تُزَکُّوْا اَنْفُسَکُمْ﴾ اپنے آپ کو پاک مت ٹھہراؤ تقدس اور پرہیزگاری کا دعوی نہ کرو کیونکہ ﴿ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی﴾ وہی خوب جانتا ہے کہ متقی اور پارسا کون ہے اسی لیے حدیث شریف میں کسی کو جنتی یا جہنمی کہنے کی ممانعت آئی ہے۔

---

[۱] مشکوۃ شریف کتاب الدعوات باب الاستغفار و التوبۃ رقم الحدیث ۲۳۴۷

حضرت عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ آقائے نامدار ﷺ کے صحابی اور رضاعی بھائی تھے، آپ جب مکہ سے ہجرت کر گئے تو آقائے نامدار ﷺ نے دوسرے صحابہؓ کی طرح آپ کو بھی ایک انصاری کے ساتھ کر دیا، اس انصاری کے گھر آپ نے نہایت پاکیزہ زندگی گزاری جب آپ کی وفات ہوئی تو جنابِ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے آپ کو ان سے رضاعی بھائی ہونے کی وجہ سے بہت محبت تھی آپ نے تشریف لا کر ان کی پیشانی پر بوسہ دیا، انصار کی عورت نے جن کے یہاں وہ مقیم تھے بہت تعریفی کلمات کہے ان کی زبان سے نکلا کہ اللہ نے تمہیں قابلِ اکرام مقام پر پہنچایا، آقائے نامدار ﷺ نے صحابیہ کے اِس قول کو پسند نہ کیا اور فرمایا کہ تمہیں یہ کیسے پتہ چلا یہ تو خدا ہی جانتا ہے کہ کون کہاں ہے یا انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ بتلا دیے تھے اس لیے کسی اُمتی کو ایسی باتیں کرنی شریعت نے منع کر دی ہیں۔ ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ جہاں تک ہم جانتے ہیں فلاں شخص نیک ہے، بزرگ ہے یا یہ دیکھا کہ کلمہ پڑھتے ہوئے جان دی ہے تو کہیں گے کہ ایمان پر خاتمہ ہوا ہے لیکن اللہ کے یہاں اس کے ساتھ کیا معاملہ ہو رہا ہے اس کا قطعی حال اللہ ہی کو معلوم ہے ہمیں سکوت کا حکم ہے حتی کہ اگر کسی کو کشف سے معلوم ہو جائے تو بھی اُسے سکوت کرنا چاہیے اسے قطعی بات بھی نہیں سمجھا جا سکتا شریعتِ مطہرہ کی یہی تعلیم ہے۔

اور کافروں پر کسی کا نام لیے بغیر لعنت کرنی یا بددعا دینی جائز ہے مثلاً یہ بددعا کی جا سکتی ہے کہ اللہ تو کافروں پر لعنت فرما، اپنا غضب ان پر نازل فرما وغیر (جیسے قنوتِ نازلہ میں دعا مانگا کرتے ہیں کسی کا نام لے کر جائز نہیں)۔

مضمونِ حدیث پر یاد آیا حضرت تھانویؒ اپنے مریدین و معتقدین پر نہی عن المنکر کے سلسلہ میں بہت سختی کرتے تھے آپ فرماتے کہ میں سختی یہ سمجھ کر نہیں کرتا کہ یہ مجھ سے کم ہیں اور میں افضل ہوں بلکہ میں خود کو اُس چوڑھے کی طرح سمجھتا ہوں جسے بادشاہ کسی پر سختی کا حکم دے دے، چوڑھا اگرچہ اُس شخص سے جس پر سختی کرتا ہے اچھا نہیں ہوتا مگر بادشاہ کا حکم ہوتا ہے اس لیے سختی کرتا ہے۔

---

۱ بخاری شریف کتاب التعبیر رقم الحدیث ۷۰۱۸

یاد رکھیں نصیحت اُس شخص کی مؤثر ہوتی ہے جو اپنے آپ کو بڑا اور دوسروں کو ذلیل نہ سمجھے، جو اپنے آپ کو افضل اور دوسروں کو گھٹیا سمجھ کر نصیحت کرتا ہے اُس کی نصیحت چنداں اثر نہیں رکھتی۔ انسان کو چاہیے کہ خود کو دوسروں سے کمتر سمجھے، دوسروں کو عزت کی نگاہ سے دیکھے، بڑے سے بڑے گناہگار سے بھی اپنے آپ کو برتر نہ سمجھے، ہوسکتا ہے وہ اپنے دل میں بارگاہِ خداوندی میں گڑگڑاتا ہو، ندامت کے آنسو بہاتا ہو اور خدا رحیم و رحمٰن سے اپنی خطائیں بخشواتا ہو اور اُس کے آنسو خداوندِ کریم کے دربار میں ناصح کی نیکیوں سے زیادہ قیمتی ہوں اس لیے کسی بدکار کو برائی سے منع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اُسے برائی سے ضرور روکے، ڈانٹ ڈپٹ بھی کرے مگر اپنے دل میں ڈرتا بھی رہے اور اپنے عیوب پر بھی نظر رکھے اور اگر کوئی کہے کہ مجھے اندر عیب نظر نہیں آتا تو اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی اندھا ہو جائے اُسے یہ افسوس کرنا چاہیے کہ میری نظر کو کیا ہو گیا ہے میری عیب دیکھنے والی آنکھ ناکارہ ہو گئی ہے اور اندھا ہو گیا ہوں اُسے اس مرض سے بہت ڈرنا اور استغفار کرنا چاہیے۔

مذکورہ حدیث شریف میں جس نیکوکار کا ذکر ہے وہ اِسی قسم میں سے تھا وہ اپنے آپ کو افضل و برتر سمجھتا تھا اُس میں تکبر اور بڑائی کا مرض موجود تھا اور یہی غرور و تکبر اُس کو لے ڈوبا اگر یہ شخص اُن نیکوکاروں میں سے ہوتا جو تکبر سے پاک ہوتے ہیں تو کبھی عذاب میں مبتلا نہ ہوتا کیونکہ ایسے لوگ جو خود بھی نیکی کریں اور دوسروں کو بھی نیکیوں پر آمادہ کریں سب سے بہتر اور افضل ہیں، قرآن میں ایسے ہی لوگوں کے متعلق فرمایا گیا ہے ﴿اُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ''یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں'' آنحضرت ﷺ نے ایسے نیکوکاروں کی بہت تعریف فرمائی ہے۔ اس حدیث شریف کے اندازِ بیان ہی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ نیکیوں پر مغرور تھا اور دوسرے ساتھی کو حقیر سمجھتا تھا، اسی وجہ سے اُس نے قسم کھا کر کہا اللہ کی قسم اللہ تجھے ہرگز نہیں بخشے گا اور تجھے ہرگز جنت میں داخل نہیں کرے گا، گویا خدا کی صفتِ رحمت کو محدود کرنے کا ٹھیکیدار بن گیا ورنہ کبھی ایسا کلمہ نہ کہتا۔ خدا کی رحمت سے مایوس ہونا یا کسی کو مایوس کرنا سنگین جرم ہے علاوہ ازیں وہ اپنے ساتھی کے عیوب کی تلاش میں رہتا اُس میں عیب جوئی اور تجسس کی بیماری بھی تھی، کسی کی عیب جوئی کرنی بدترین گناہ ہے شریعتِ مطہرہ نے تجسس

اور کھوج لگانے سے سختی سے روکا ہے، عام طور پر عیب جوئی کا مرض اُس میں پایا جاتا ہے جو اپنے آپ کو عیبوں سے پاک اور مبرا سمجھتے ہیں، یاد رکھیں جو شخص رات بھر عبادت کرے اور صبح اپنے آپ کو دوسروں سے اچھا اور افضل سمجھے اپنی شب بیداری پر فخر کرے اُس سے وہ شخص بہت اچھا ہے جو رات بھر سویا رہے اور صبح کو سونے، سستی اور نیکی نہ کرنے پر ندامت اور پشیمانی کا اظہار کرے کیونکہ حق تعالیٰ کو ندامت پسند ہے اور غرور ناپسند۔ ہاں یہ بات ضرور ملحوظ رکھیں کہ اِن حدیثوں میں عمومًا حقوق اللہ مراد ہیں حقوق العباد میں جو بندہ کسی زیادتی کرتا ہے تو اُسے اس بندہ سے بھی معافی لینی چاہیے اور خدا سے بھی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بدمعاملگی، بدعملی اور غرور و تکبر سے پناہ میں رکھے اپنی بارگاہ میں گڑگڑانے کی توفیق بخشے اور صحیح نیکوکار بنائے، آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

(بحوالہ ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۲۱؍جون ۱۹۶۸ء)

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارُالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے۔ (اِدارہ)

علمی مضامین سلسلہ نمبر ۱۶ قسط : ۴

''خانقاہِ حامدیہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے محدث، فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جو تا حال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کر دیا جائے۔ اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

دینِ کامل

اِسلام کی مختصر تصویر قرآن وحدیث کے آئینہ میں

﴿ شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحب ﴾

۞ ۞ ۞

ہمدردیٔ خلقِ خدا :

انسان ''عبد'' ہے یعنی بندہ ہے، بندگی یہ ہے کہ اپنی عاجزی اپنی حاجت مندی کو محسوس کرے اس حقیقت کو اچھی طرح پہچانے کہ وہ کچھ نہیں ہے جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے اُسی نے اِس کو وجود بخشا اُسی نے اِس کو زندگی دی اُسی نے اِس کو عقل سمجھ اور طاقت دی وہی طاقت بخشتا ہے تو انسان کچھ کر سکتا ہے، اس حقیقت کو پوری طرح پہچان لینے اور اسی پہچان کو اپنے اُوپر اثر انداز کر لینے کا نام معرفت ہے اور جبکہ جو کچھ ہے وہ اُسی کا ہے تو انسان جو کچھ کرے وہ اُسی کے لیے ہونا چاہیے اور صرف اُسی کے لیے ہونا چاہیے اِسی کا نام ہے للّٰہیت اور اخلاصِ نیت۔

توحید کا تقاضا بھی یہی ہے کہ بندہ کا سب کچھ اُسی ایک ذات کے لیے ہونا چاہیے جو اُس کا

خالق پروردگار اور مالک ہے لیکن اللہ تعالیٰ نہ ہماری خدمت کا محتاج ہے نہ ہماری مالی اور بدنی اِمداد کا البتہ ساری مخلوق اُس کا کنبہ ہے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے :

اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللّٰہِ فَاَحْسَنُھُمْ اِلَی اللّٰہِ اَحْسَنُھُمْ اِلٰی عِیَالِہٖ

پس اللہ کی خدمت اور اُس کی اِمداد یہ ہے کہ اُس کی مخلوق کی خدمت اور اُس کے بندوں کی اِمداد کی جائے، اللہ سے محبت کا مطلب یہ ہے کہ اُس کی مخلوق سے ہمدردی برتی جائے، عشقِ مولا کا راستہ ہمدردیٔ خلقِ خدا کی وادی سے گزرتا ہے۔

اسلام کالے گورے کا فرق نہیں کرتا، عرب، عجم، یورپ، افریقہ یا ایشیا کے رہنے والے اُس کی نظر میں برابر ہیں، تمام انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہیں اس لیے اسلام اس کو درست نہیں سمجھتا کہ آپ کی خدمت یا آپ کی امداد کسی قوم یا کسی رنگ یا کسی خاص ملک کے رہنے والوں کے لیے ہو، اس کی تعلیم یہ ہے کہ بندۂ مومن کی خدمت ہمدردی اور اِمداد اللہ کے لیے ہو، اللہ رب العالمین ہے آپ کا جو بھی کام رب العالمین کے لیے ہوگا وہ اُس کی ساری مخلوق کے لیے ہوگا، اس میں رنگ و نسل یا جغرافیہ کا کوئی فرق نہیں ہوگا، نہ اس میں اپنی غرض ہوگی، آپ خدا کے لیے کام کریں تو اُس کا شکریہ خدا ہی سے چاہیں، یہ آپ کے ذہن میں قطعاً نہ آئے کہ جن انسانوں کی آپ خدمت یا اِمداد کر رہے ہیں وہ آپ کا شکریہ ادا کریں، آپ صرف خدا کے لیے اور خدا کے یہاں اپنا مستقبل درست کرنے کے لیے کام کریں، یہ اسلام کی وہ جوہری تعلیم ہے جو تمام تعلیمات کی بنیاد ہے۔

مراتبِ ایمان :

جب ایمان ان باتوں کے مان لینے کا نام ہے، اس مان لینے میں فرق نہیں ہوسکتا البتہ مان لینے کے ساتھ عمل بھی ضروری ہے، اس عمل کے لحاظ سے ایمان کے مراتب کا فرق ہوتا ہے چند حدیثیں پیش کی جا رہی ہیں جن میں فرقِ مراتب کی طرف اشارے ہیں :

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ کس اسلام کو سب سے بہتر اسلام کہا جا سکتا ہے ؟ ارشاد ہوا سب سے بہتر اسلام یہ ہے کہ کھانا کھلاؤ

اور ہر ایک کو سلام کرو خواہ اُس کو جانتے ہو یا نہ جانتے ہو [۱] یعنی فقر و فاقہ کو دُور کرنا اور امن عالم اور میل ملاپ اسلام کی خوبی ہے۔

(۲) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت ہے صحابہؓ نے دریافت کیا یارسول اللہ کون سا اسلام سب سے افضل ہے ؟ ارشاد ہوا جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔ [۲]

(۳) حضرت ابوشریحؓ کی روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا واللہ مومن نہیں، خدا کی قسم مومن نہیں، واللہ مومن نہیں ! صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یارسول اللہ کون (مومن نہیں) ؟ فرمایا جس کی شرارتوں سے اُس کے پڑوسی محفوظ نہ ہوں۔

(۴) حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کوئی بھی شخص اُس وقت تک لقبِ مومن کا مستحق نہیں ہے جب تک اُس کی خصلت یہ نہ ہو جائے کہ اپنے بھائی (دوسرے انسان) کے لیے بھی وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ [۳]

ملکیتِ دولت :

اعلامیہ : آگاہ رہو، اللہ کا ہے جو آسمان میں ہے جو زمین میں ہے۔(سورہ یونس : ۵۵)

دلیل : (الف) اُس نے بنائی ہر چیز اور وہ ہر چیز سے واقف ہے۔(الانعام : ۱۰۱)

(ب) وہ سب بنانا جانتا ہے۔(سورہ یٰسین : ۷۹)

(ج) اُس نے ہر چیز کو اُس کی صورت دی پھر اُس کو راستہ پر لگایا۔(سورہ طٰہٰ : ۵۰)

(د) ہر چیز پیدا کی، پھر اُسے درست کیا پھر ایک اندازہ ٹھہرا دیا پھر اُس پر راہِ عمل کھول دی (کس طرح وہ نشو و نما پائے اور ترقی کرے)۔(سورہ اعلیٰ : ۲،۳)

(ہ) کیا اللہ کے سوا کوئی پیدا کرنے والا ہے ؟ (سورہ فاطر : ۱۲)

(و) خود تمہارا اِقرار ہے اور تم خود اعتراف کرتے ہو کہ زمین اور جو زمین میں ہے سب اللہ کا ہے

[۱] بخاری شریف، کتاب الایمان [۲] ایضاً [۳] ایضاً

اللہ تعالیٰ ہی زمین و آسمان حتی کہ عرشِ عظیم کا پروردگار ہے، اُسی کی تمام چیزوں پر حکومت ہے اور وہی سب کو پناہ دیتا ہے، اُس کے سوا اور کوئی نہیں جو کسی کو پناہ دے سکے۔ [1]

وہ متصرف ہے :

جسے چاہے مُلک دے دے، جس سے چاہے مُلک لے لے، جسے چاہے عزت دے جسے چاہے عزت سے محروم کر دے۔ (سورہ آلِ عمران : ۲۶)

اُس کے تصرف میں سے ایک یہ ہے کہ اُس نے آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے اُس کو تمہارے کام میں لگا دیا۔ (سورہ جاثیہ : ۱۳)

اُس نے اولادِ آدم کو بزرگی اور عزت دی، خشکی اور تری (صحرا اور سمندر) کی قوتیں اُس کے تابع کر دیں (کہ وہ اِس کو اُٹھائے پھرتی ہیں) اور اچھی چیزیں اُس کی روزی کے لیے مہیا کر دیں اور (جو مخلوقات ہم نے پیدا کی ہیں) اُن میں سے اکثر پر اُسے برتری دے دی، پوری پوری برتری۔ [2]

انسان کا تعلق کائنات سے :

اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین میں نائب بنایا۔ (سورۂ بقرہ : ۳۰)

زمین کی تمام چیزیں انسان کے لیے پیدا کیں۔ (سورۂ بقرہ : ۳۹)

نسلِ انسان میں ایک کو دوسرے کا نائب بنایا۔ (سورہ انعام : ۱۶۵)

ملکیتِ انسان کی حقیقت :

مال و دولت میں ایک کو دوسرے کا جانشین بنایا۔ (سورۂ حدید : ۷)

موجودہ نسل گزشتہ کی وارث ہے۔ (سورۂ اعراف : ۹۹)

اس دنیاوی زندگی میں انسانوں کی معیشت (روزی) تقسیم کر دی اور بعض کے درجے بعض پر بلند کیے تاکہ ایک دوسرے پر قابو رکھ سکے اور نظم و ضبط قائم کر سکے۔ (سورۂ زخرف : ۳۲)

---

[1] سورۂ مومنون : ۸۴ تا ۸۹ [2] سورۂ بنی اسرائیل : ۷۰

مخصوص حقِ تصرف :

مخصوص حقِ تصرف جس میں دوسرے کو دخل دینے کا حق نہ ہو۔(سورۂ روم : ۳۸)

جس میں دوسرے کا تصرف باطل ہو۔(سورۂ بقرہ : ۱۸۸)

قابض و متصرف کی رضامندی کے بغیر آپ کا تصرف ظلم و عدوان قرار دیا جائے جس کا نتیجہ نارِ جہنم ہے۔ ١

یعنی کسی چیز پر آپ کا قبضہ ہو اور اُس میں جائز طور پر آپ تصرف کر سکیں، یہ انسانی ملکیت کی حقیقت ہے، آپ کے بعد دوسرے کا اس پر اس طرح قبضہ ہوگا کہ اس کا تصرف کرنا جائز ہوگا تو وہ آپ کا نائب ہوگا، وراثت کا یہی سلسلہ نیابت ہے جس کی بنا پر آیاتِ بالا میں ایک کو دوسرے کا خلیفہ فرمایا گیا۔

ملکیت قائم ہونے کی صورت :

(۱) سعی اور جد و جہد۔(النجم : ۳۹) (۲) کسب (کمائی، کام)۔(البقرہ : ۲۸۶)

حیثیت : دولت کی حیثیت یہ ہے اور اسی حیثیت سے وہ تمہارے پاس ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا محض احسان اور اُس کا انعام ہے ٢ کیونکہ اُس کے جو ذرائع ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ کے پیدا کیے ہوئے اور اُس کے عطا کردہ ہیں مثلاً

(الف) سب سے پہلے زمین کو دیکھو جو جملہ ذرائع کی بنیاد اور بے انتہا معدنیات کا خزانہ ہے اس کی یہ صورت (کہ وہ ہر طرح انسان کے لیے کار آمد ہے جس سے اس کی ضرورتیں اور اس کے پیش آنے والے مقاصد پورے ہوتے ہیں) اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ ٣

وہی ہے جس نے زمین کی سطح پھیلا دی اُس میں پہاڑ بنا دیے، نہریں جاری کر دیں اور ہر طرح کے پھلوں کے جوڑے دو دو قسموں کے لگا دیے۔(سورۂ رعد : ۳ ، سورۂ ابراہیم : ۳۲،۳۳)

---

١ سورۃ النساء : ۲۹،۳۰ ٢ سورۂ جمعہ : ۱۰ ، سورۂ مزمل : ۲۱ ٣ سورہ ملک : ۱۵ ، سورۂ بقرہ : ۲۲ ، سورۂ مرسلات : ۲۵ ، سورۂ مومن و سورۂ زخرف و سورۂ نوح و سورۂ نمل وغیرہ۔

(ب) زمین کے بعد سمندر پر نظر ڈالیے، یہ کس طرح آپ کے لیے ذرائع کسب فراہم کر رہا ہے وہی ہے جس نے تمہارے لیے سمندر مسخر کر دیا کہ اِس سے تازہ اور تر گوشت نکالو اور کھاؤ اور آرائش کی وہ چیزیں جن کو بطورِ زیور استعمال کرتے ہو (موتی) اِسی سمندر سے برآمد کرو اور اس کے سینے پر وہ عظیم الشان جہاز تیراؤ جو سمندر کی لہروں اور ہواؤں کے طوفانوں کو چیرتے ہوئے چلتے ہیں، تم اِن کے ذریعے تجارتی سامان دُور دراز ملکوں میں پہنچا کر اللہ کا فضل (تجارتی منافع) حاصل کرتے ہو۔ [1]

یہی سمندر جو کامیاب تجارتوں کے ذریعہ دولت کے انبار لگاتے ہیں، ان کے طوفانوں کے دامنوں میں موت و ہلاکت کی ہولناکیاں بھی ہیں۔ اب غور کرو اور تم ہی بتاؤ وہ کون ہے جو تم کو بیابانوں اور سمندروں کی اندھیریوں میں نجات دیتا ہے، جس سے تم آہ وزاری کرتے ہو اور کبھی کبھی دل میں چپکے چپکے دُعائیں مانگا کرتے ہو کہ خداوندا اگر ہمیں اِس مصیبت سے نجات دے دے تو ہم ہمیشہ ہمیشہ تیرے شکرگزار رہیں گے۔ [2]

جب ایسا ہوتا ہے کہ تم جہازوں میں سوار ہوتے ہو جہاز موافق ہوا پا کر تمہیں لے اُڑتے ہیں مسافر خوش ہوتے ہیں کہ کیا اچھی ہوا چل رہی ہے پھر اچانک ہوائے تند کے جھونکے نمودار ہوتے ہیں (بے پناہ) موجیں ہر طرف سے ٹھاٹھیں مارتی ہیں اور مسافر سمجھ لیتے ہیں کہ وہ گھر چکے ہیں بچنے کی کوئی اُمید نہیں رہی تو اُس وقت انہیں خدا کے سوا اور کوئی یاد نہیں آتا، اب وہ دین کے اخلاص کے ساتھ خدا کو پکارنے لگتے ہیں کہ خدایا اگر اس حالت سے ہمیں نجات دے دے تو ہم ضرور تیرے شکرگزار ہوں گے۔ [3]

(ج) ان ہواؤں کو دیکھو جو سطحِ سمندر پر لق ودق صحراؤں یا شاداب مَرغزاروں پر جھومتی ہوئی چلتی ہیں اور بادلوں کو دوڑاتی ہیں تاکہ بارش برسائیں اور مردہ زمینوں کو دوبارہ زندگی بخشیں، تالابوں کے جگر جو بادِ سموم کے گرم جھونکوں سے خشک ہو کر تڑخ گئے تھے، اُن کے تڑخے ہوئے تودوں کو جوڑ دیں، جن میدانوں میں گرد اُڑ رہی تھی اُن کے دامن تر ہوں، ٹھنڈی ہوائیں چلیں، درختوں کی

---

[1] سورۂ نحل : ۱۴ ، سورۂ فرقان : ۵۳ ، سورۂ لقمان : ۳۱ ، سورۂ فاطر: ۱۲ ، سورۂ رحمٰن ۱۹ تا ۲۵

[2] سورۂ انعام : ۶۳ [3] سورۂ یونس : ۲۱، ۲۲

سوکھی ٹہنیاں جن کے پتے بھی جھڑ گئے تھے، وہ پھر سرسبز ہوں غلہ کے انبار جو دہقان کھیتوں کی مٹی میں بکھیر آیا ہے اور اس طرح اپنا اندوختہ برباد کر چکا ہے، وہ بیج بن کر اُگیں، یہ اُسی کی کارفرمائی ہے کہ بارانِ رحمت سے پہلے ہوائیں بھیجتا ہے کہ مینہ برسنے کی خوشخبری پہنچائیں، جب وہ ہوائیں بوجھل بادل سے اُڑتی ہیں تو وہی ہے جو اِنہیں کسی مردہ زمین والی بستی کی طرف کھینچ لے جاتا ہے پھر ان سے پانی برساتا ہے، زمین سے ہر طرح کے پھل پیدا کرتا ہے۔ ۱

(د) یہ اُونچے اُونچے سیاہ پہاڑ، اِن کی رنگ برنگ چوٹیاں، سرخ سفید اور حیرت انگیز ابری نما پتھروں کے تودے، دامنِ کوہ میں پھیلی ہوئی وادیاں، وادیوں کے آغوش میں بہنے والے چشمے، میلوں میں پھیلی ہوئی جھیلیں، صحرا اور ریگستان اور اِن کے سینوں میں دبی ہوئی کانیں، ندیوں کے کناروں پر کھادَر ۲ جنگلات یا بنجر زمینیں، تمہیں خواہ کتنے ہی بے جوڑ اور بدنما نظر آئیں مگر قدرت نے ان میں وہ صلاحیتیں رکھ دی ہیں جن کے ظہور اور نمود نے نوعِ انسان کے تمدن کو ذلت اور حقارت کے غار سے نکال کر تمدن کی بلند چوٹیوں پر پہنچا دیا ہے اور ان چوٹیوں کو آئے دن بلند کر رہا ہے۔

کیا تم دیکھتے نہیں ہو، اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل کیا اُس سے پھل پیدا کیے جن کی قسمیں مختلف ہیں، اللہ تعالیٰ نے پہاڑ بنائے، پہاڑوں کے بھی مختلف حصے ہیں سفید، سرخ اور بہت گہرے سیاہ اور اسی طرح آدمیوں، جانوروں اور چوپاؤں میں بھی وہ ہیں جن کی رنگتیں مختلف ہیں جو ہر صاحبِ دانش کو غور و فکر کی دعوت دیتی ہیں، صحیح عالم یہی غور و فکر کرنے والے ہیں اور یہی عالم وہ ہیں جو خدا سے ڈرتے ہیں (اور خوف و خشیت کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں)۔ ۳

(ہ) تربیت اور اِرتقاء :

زمین، سمندر، ہوائیں اور پہاڑ وغیرہ بطورِ مثال پیش کیے گئے کہ وہ کسب (محنت اور کمائی) جس پر انسان کو ناز ہے وہ کس طرح ان ذرائع کا محتاج ہے لیکن ابھی ایک رشتہ کا تذکرہ باقی رہ گیا جو رموزِ کائنات پر غور کرنے والے کے لیے نہایت دلچسپ اور دلکش ہے، اس رشتہ کی تعبیر ایک لفظ سے کی

۱ سورۂ اعراف : ۵۷ ۲ سیلاب زدہ نشیبی علاقہ ۳ سورۂ فاطر : ۲۷، ۲۸

جاسکتی ہے ''تربیت'' جس کی دوسری تعبیر ہے ''تدریجی ارتقاء'' اس کی تفسیر وتشریح کے لیے آپ ہر چیز کی صلاحیتوں پر نظر ڈالیے پھر غور فرمائیے کہ وہ صلاحیتیں کس طرح بروئے کار آتی ہیں اور قدرت ان کو بروئے کار لانے میں کس طرح انسان کی مدد کرتی ہے، اگر قدرت کا یہ تعاون نہ ہو تو انسان کے لیے کوئی بھی ''کسب'' ممکن نہیں ہوسکتا۔

بے شک یہ زمین جو ہمارے قدموں کے نیچے ہے انسانی ضرورتوں کا خزانہ ہے، غلہ جس پر نوعِ انسان کی بقا کا مدار ہے اِسی زمین کی کوکھوں سے برآمد ہوتا ہے، پانی کے سوت اور چشمے بھی زمین کی آنتوں کے ناسور ہیں جو حیات انسان کے لیے سرمایۂ بقا ہیں، آسمان سے بارش برسی، غلہ پیدا ہوا، باغ شاداب ہوے باغوں کے درخت پھلوں سے لد گئے مگر کیا بارش برستے ہی ایسا ہوگیا کہ کھیت کے دامن غلہ سے بھر گئے یا درجہ بدرجہ بہت سے مرحلے پیش آئے۔ اس کے بعد ایسا ہوا کہ دہقان کے کھلیان میں غلہ کے انبار لگے، ظاہر ہے دفعتاً ایسا نہیں ہوا بلکہ بہت سے مرحلے پیش آئے، یہ مرحلے درجہ بدرجہ پیش آئے اور جہاں ضرورت سے کمی زیادتی ہوئی ترقی کی رفتار رُک گئی یا بالکل ختم ہوگئی اور تمام اُمیدوں پر پانی پھر گیا، پس ہر چیز کی صلاحیت کا لحاظ رکھنا، درجہ بدرجہ اُس صلاحیت کا اظہار اور ہر درجہ پر اُس کے مناسب اسباب فراہم کرنا اور ان کی نگرانی رکھنا کہ وہ نتیجہ خیز ہوسکیں باعثِ بربادی نہ ہوں، یہ ایک سلسلہ ہے، یہ تدریجی اِرتقاء ہے یہ صرف قدرت کا فیضان ہے، پنجہ انسان کی اُنگلیاں نہ اِس کو چھوتی ہیں نہ چھوسکتی ہیں۔

''کیا تم دیکھتے ہو اپنے کھیتوں کو جن کی تم کاشت کرتے ہو، کیا کاشت تم کرتے ہو یا کاشت کرنے والے دراصل ہم ہیں اگر ہم چاہیں تو اِس کو چورا چورا کردیں پھر تم حیران پریشان کہتے پھرو (ہائے) ہم پر تاوان پڑ گیا بلکہ ہم تو محروم ہوگئے۔ اچھا بتاؤ جس پانی کو تم پیتے ہو، اس کو بادلوں سے تم برساتے ہو یا برسانے والے ہم ہیں، اگر ہم چاہیں اس کو کرڈالیں کڑوا، سو تم شکر کیوں نہیں کرتے۔'' (سورۂ واقعہ ۶۳ تا ۷۰)

دوسرے موقع پر ارشاد ہے :

''کیا تم دیکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا پھر زمین میں اس کے چشمے رواں کردیے پھر اس پانی سے رنگ برنگ کھیتوں کو لہرا دیا پھر ان کے نشو ونما کو ترقی دی پھر تم دیکھتے ہو کہ پک کر تیار ہو جاتے ہیں اور پختگی کا رنگ ان میں نمایاں ہو جاتا ہے۔'' (سورۂ زُمر : ۲۱)

دیکھو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو دانوں کو چیرتا ہے، گٹھلیوں کو پھاڑتا ہے (وہی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتا ہے) کہ جاندار کو بے جان سے نمودار کرتا ہے اور جب جاندار اپنی افادیت ختم کردیتے ہیں تو ان کی زندگی موت سے بدل دیتا ہے (کہ اِرتقاء کے راستہ میں رُکاوٹ نہ بنیں) وہی ہے جو پردہ شب کو چاک کر کے صبح نمودار کرتا ہے، اُس نے رات کو اس لیے بنایا کہ تمہیں سکون حاصل ہو۔

گردشِ آفتاب و ماہتاب کا ایسا ڈھنگ رکھا کہ حساب کا معیار بن سکیں، تاروں کی اس طرح صف بندی کی کہ بر و بحر کی اندھیریوں میں تم اِن سے رہنمائی پا سکو، منزلِ مقصود کی سمتیں معلوم کرسکو، اُسی نے آسمان سے پانی برسایا جس سے ہر چیز کی روئیدگی برآمد کی، صلاحیتِ نشو ونما کے پہلے ظہور کے بعد جس پودے نے ہری ہری گردن نکالی اُس میں وہ قوت پیدا کی کہ اُس میں سے اُوپر تلے گندھے ہوئے دانے برآمد کیے، کھجور کے درخت ان کی کلیوں میں سے خوشے جنم لیتے ہیں جو پھلوں سے لد کر نیچے لڑھک آتے ہیں، (ان کے علاوہ) انگوروں کے باغ، ایسے ہی زیتون اور طرح طرح کے درخت اور انار ہم شکل اور کچھ کی صورتیں بدلی ہوئی، جب پھل آتا ہے تب بھی دیکھنے کے قابل اور جب پکتے ہیں تب بھی ان کا نظارہ قابلِ دید ہے۔[1]

---

[1] سورہ انعام آیت ۹۴، ۹۹، ایضاً آیت ۱۴۱، سورہ یونس آیت ۵، ۶، ایضاً آیت ۶۷، سورہ نحل آیت ۱۵، ۱۶، ایضاً آیت ۶۶، ۶۹، سورہ طٰہ آیت ۵۳، سورۃ المومنون ۱۸، ۲۲، سورۂ نور آیت ۴۳، سورۂ فرقان آیات ۴۵ تا ۴۹، سورۂ سجدہ آیت ۲۷، سورہ ۳۰ روم آیت ۴۸، ۵۱، سورہ یٰسین آیت ۳۳، ۳۶، سورۂ رحمٰن آیات ۱۰ تا ۲۵، سورۂ واقعہ آیت ۶۳، ۲۷، سورہ نباء آیت ۶ تا ۱۶، سورۂ عبس آیت ۲۵، ۳۲

تقدیر و تحدید :

اسی سلسلہ کی ایک کڑی وہ بھی ہے جسے تقدیر و تحدید کہہ سکتے ہیں یعنی اسباب و ذرائع کے سلسلہ میں جو بھی ہے وہ ایسے مخصوص انداز اور ایسی حد بندی کے ساتھ ہے جو درجاتِ ارتقاء کے عین مناسب اور نظامِ تربیت کے لیے باعثِ تقویت ہوتا ہے، یہ تناسب اور تقدیر و تحدید نہ ہو تو نظامِ ارتقاء معطل ہو جائے۔

ہوا، پانی، گرمی، سردی، روشنی اور اندھیری جو کچھ بھی ہے دامنِ قدرت کسی کے لیے بھی تنگ نہیں ہے، کیا سمندروں کی لہروں اور سیلاب کے طوفانوں کے لیے ماہرین سائنس نے پیمانے بنائے ہیں، ماہرینِ موسمیات بارشوں کی آمد کی خبر دے دیتے ہیں لیکن ان بارشوں پر کوئی پابندی نہیں لگا سکتے ہیں کہ اتنے انچ سے زیادہ بارش نہ ہو، یہ صرف قدرت کی تقدیر و تحدید اور اس کی پیمائش وحد بندی ہے کہ وہ ان تمام بے پناہ بے لگام بلکہ سرکش طاقتوں کے لیے حد مقرر کرتی ہے اور ان کے قدم اس حد سے آگے نہیں بڑھنے دیتی، ارشادِ ربانی ہے : ''اللہ کے یہاں ہر چیز کا انداز مقرر ہے'' [۱]

''ہم نے جتنی چیزیں بھی پیدا کی ہیں ایک اندازے کے ساتھ پیدا کی ہیں۔'' [۲]

''اور کوئی شے نہیں جس کے ہمارے پاس ذخیرے موجود نہ ہوں لیکن ہمارا قاعدہ یہ ہے کہ ہم جو کچھ نازل کرتے ہیں ایک مقررہ مقدار میں نازل کرتے ہیں۔'' [۳]

''دیکھو ہم نے آسمان سے ایک خاص انداز کے ساتھ پانی برسایا پھر اُسے زمین پر ٹھہرائے رکھا (تالاب اور جھیلیں بھر دیں) اور ہم اس پر بھی قادر ہیں کہ جس طرح برسایا تھا اُسی طرح اسے لے جائیں (مثلاً تیز ہوائیں چلا کر خشک کر دیں)۔'' [۴]

(ز) بقائے انفع :

اسی تربیت اور تدریجی ارتقاء کا تقاضا ہے کہ نفع بخش چیز کو باقی رکھا جائے اور جو چیز نفع سے خالی ہو کر نفع بخش کی راہ میں رُکاوٹ بننے والی ہو اُس کو ہٹا دیا جائے، کارپردازانِ قدرت اسی عمل کو جاری

[۱] سورۂ رعد : ۸ [۲] سورۂ قمر : ۴۹ [۳] سورۃ الحجر : ۲۱ [۴] سورۃ المومنون : ۱۸

رکھتے ہیں تاکہ تدریجی ترقی کی شاہراہ رُکاوٹوں سے محفوظ رہے۔

سورۂ رعد کی آیت ۱۷ کا مضمون مطالعہ کیجیے :

''اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا تو ندی نالوں میں جس قدر سمائے تھے اُس کے مطابق وہ بہہ نکلے، پانی کے ساتھ بہت سا کوڑا کرکٹ بہہ آیا تھا، یہ پانی کی سطح پر جھاگ بن کر اُوپر اُٹھ آیا تھا سیلاب اس اُبھرے ہوئے جھاگ کو بہا کر لے گیا نکھرا ہوا پانی نیچے رہ گیا اسی طرح جب زیور یا اور کسی طرح کا سامان بنانے کے لیے (مختلف قسم کی دھاتیں آگ میں تپاتے ہیں) تو اس میں بھی ایسا ہی جھاگ اُٹھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حق و باطل (نفع بخش اور غیر مفید) کی مثال اسی طرح بیان کرتا ہے، جھاگ رائیگاں جاتا ہے (کیونکہ اس میں نفع نہیں تھا اور وہ سلسلۂ اِرتقاء میں رُکاوٹ بن سکتا تھا) اور جو اِنسانوں کے لیے نفع بخش ہوتا ہے وہ زمین میں باقی رہ جاتا ہے۔''

(ح) فیضانِ قدرت کی یہ جھلکیاں جو صفحاتِ بالا میں پیش کی گئیں جن کا پرتو اگر نہ ہو تو انسان کا کسب وجود میں ہی نہیں آسکتا اور اس کی محنت سود مند نہیں ہوسکتی، یہ سب وہ ہیں جو انسان کے وجود سے باہر ہیں لیکن خود وجودِ انسانی میں کتنی قوتیں ہیں جو قدرت کا انمول اور بے مثال فیضان ہیں، جو اگر نہ ہوں تو انسان تو خس و خاشاک سے بھی زیادہ بیکار رہے، ان کا تذکرہ اگرچہ بے حد لطیف ہے مگر اتنا طویل ہے کہ ان صفحات میں اس کی گنجائش نہیں نکالی جاسکتی، مختصر یہ کہ اگر انسان کے ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان وغیرہ اعضاء نہ ہوں تو کیا کوئی کسب وجود میں آسکتا ہے۔

ماہرینِ سائنس کو اپنے دماغوں پر ناز ہے مگر کیا وہ اس آئینہ صداقت ارشادِ ربانی کے کسی ایک نقطہ یا شوشہ کا بھی انکار کرسکتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے :

اللہ تعالیٰ نے تمہیں شکمِ مادر سے اِس حالت میں برآمد کیا تھا کہ تمہیں کسی بات کا علم نہیں تھا، یہ اُس کا فضل و احسان ہے کہ اُس نے تمہیں وہ قوتیں عطا فرما دیں جن کے ذریعے تم کو علم حاصل

ہو سکے اُس نے تمہیں کان بخشے، آنکھیں عطا فرمائیں جن کے ذریعہ محسوسات کا مشاہدہ ہوتا ہے اور دل ودماغ کے لیے سامانِ غور وفکر فراہم ہوتا ہے، دل ودماغ ان مشاہدات ہی کی شکنوں میں غور وفکر کی بجلی دوڑا کر کائنات کے سر بستہ راز معلوم کرتے ہیں جن سے سائنسی ایجادات کا سلسلہ جاری ہوتا ہے۔ [1]

بلاشبہ وہی ذات واحد ہے جس نے تمہارے لیے سمع وبصر اور دلوں کو بنایا اور ان کو نشو ونما عطا فرمایا۔ [2]

(ط) بیان کافی طویل ہو گیا مگر اللہ تعالیٰ کے انعامات کی گنتی پوری نہیں ہوئی اور واقعہ یہ ہے وہ گنتی پوری ہو ہی نہیں سکتی جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے :

''اگر تم شمار کرنا چاہو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تو ممکن نہیں ہے کہ اِن کی گنتی پوری کر سکو۔'' [3]

فیضانِ قدرت دم بدم :

اور تم شمار کس طرح کر سکتے ہو ؟ تم ایک ہو اور ہمہ گیر فیضان سے فیض پانے والے بیشمار، کائنات کے ذرّہ ذرّہ کو جو صلاحیت عطا ہوئی ہے وہ اپنی ترقی کے ہر قدم پر رب ذوالجلال سے درخواست کرتی ہے کہ اس کو اگلے قدم کی طاقت عطا ہو، عدم کی ظلمت ختم ہو، وجود کی روشنی جھلکے حضرتِ حق جل مجدہ سورہ رحمٰن کی آیت ۲۹ میں اسی حقیقت کو ظاہر فرماتے ہیں، ارشاد ہے :

''اُس (خدا) سے مانگتے رہتے ہیں وہ سب جو آسمان زمین میں ہے۔''

یہ شان ہے سائلین کی ! عطا کرنے والے کا حال یہ ہے : ''ہر لمحہ اُس کی شان نرالی ہے'' [4]

اب تم ذرّوں کو گنو، ذرّوں کی مانگوں کو گنو، ان مانگوں پر عطائے ربانی کے ستاروں کو شمار کرو، دوسری طرف اپنی محنت، کسب، جد وجہد اور اُس سعی وکوشش کو جس پر تمہیں ناز ہے، چشمِ حقیقت بیں کے گوشہ سے دیکھو، اگر تمہاری فطرت انصاف سے محروم نہیں ہوئی ہے تو کیا ایک لمحہ کے لیے بھی شک وشبہ کر سکتے ہو کہ ''محنت'' اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ''حاصل محنت'' اللہ تعالیٰ کا فضل واکرام اور جس کو آپ اپنی ''دولت'' کہتے ہیں وہ حضرت رب العالمین ذوالجلال والاحسان کا فضل وانعام

---

[1] سورۃ النحل : ۷۸ [2] سورۂ ملک : ۲۳ [3] سورۂ ابراہیم : ۳۴ ، سورۃ النحل : ۱۸
[4] سورہ رحمٰن : ۲۹

(ی) حضراتِ علماء قرآنِ حکیم کے بہت سے معجزے بیان فرمایا کرتے ہیں۔ مضمون زیرِ تحریر کے لحاظ سے قرآنِ حکیم کا ایک معجزہ یہ ہے کہ بِر اور نیکی کی تعریف کرتے ہوئے ایمان باللہ اور ایمان بالیوم الاخر جیسے بنیادی عقائد کے بعد سلسلہ عمل میں جس موضوع کو سب سے مقدم رکھا وہ مالِ محبوب کا خرچ کرنا ہے جس کا تعلق اقتصادیات سے ہے۔

''عقائد'' تعمیرِ دین کی خشتِ اوّل ہیں تو ''اقتصادیات'' تعمیرِ دنیا کا سنگ بنیاد

''عقائد'' بندہ کا رشتہ رب العالمین سے جوڑتے ہیں تو ''صالح اقتصادیات'' بندگانِ رب العالمین کو آپس میں شیر و شکر کرتے ہیں اور اس خدمت کا موقع دیتے ہیں جس کو ''طریقت'' کا لبِ لباب کہا گیا ہے۔ ع

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست

(جاری ہے)

قارئین اَنوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ اَنوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ اِرسال کیا جا رہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ اَنوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی اِدارہ سے وابستہ ہے اِس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اِس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی اِرسال فرمادیں اور دیگر اَحباب کو بھی اِس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے اِدارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (اِدارہ)

سلسلہ تقاریر نمبر۱۳ قسط : ۱

''خانقاہِ حامدیہ'' کی جانب سے اَنوارِ مدینہ میں شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سیّد حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز کی تقاریر شائع کرنے کا اہتمام کیا جا رہا ہے حضرتؒ کے متوسلین وخدام سے اِلتماس ہے کہ اگر اُن کے پاس حضرتؒ کی تقاریر ہوں تو اِدارہ کو اِرسال فرما کر عند الناس مشکور اور عند اللہ ماجور ہوں۔ (اِدارہ)

بیعت کی شرعی حیثیت

﴿ شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

میرے محترم بھائیو اور بزرگو !

مجھے حکم کیا گیا ہے کہ میں کچھ بیعت اور سلوکِ طریقت کے متعلق عرض کروں، خیال ہے لوگوں کا کہ یہ چیز شریعت کے خلاف ہے اور اِس چیز کی تعلیم آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ نے نہیں دی اور چونکہ جو لوگ طریقت اور تصوف کے ذمہ دار ہیں اُن (میں سے کچھ لوگوں) کی حرکات وسکنات اور اُن کے افعال شریعت کے خلاف پائے جاتے ہیں اس واسطے شبہ ہوتا ہے کہ یہ چیز جنابِ رسول اللہ ﷺ کے طریق اور تعلیم کے خلاف ہے (جبکہ) واقعہ یہ نہیں ہے بلکہ بیعت نام ہے عہد لینے کا۔

بیعت کی حقیقت اور اُس کا ثبوت :

شریعت کی کسی بات کے لیے لوگوں سے عہد لیا جائے کہ وہ اِس کام کو انجام دیں گے، خواہ پوری شریعت کا عہد لیا جائے یا کسی خاص مسئلہ کا عہد لیا جائے اس کو بیعت کہتے ہیں جنابِ رسول اللہ ﷺ نے اس اَمر کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بہت سے مواقع میں انجام دیا ہے۔

بیعتِ جہاد :

جنابِ رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کی لڑائی کے وقت عہد لیا تھا لوگوں سے کہ اگر دشمنوں سے مقابلہ کی نوبت آئی تو وہ بھاگیں گے نہیں بلکہ جب تک زندہ رہیں گے دشمنوں کا مقابلہ کریں گے اور اگر اِس کے اندر موت آجائے تو موت کو اِختیار کریں گے اِس کو قرآن شریف میں فرمایا گیا :

﴿ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَافِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ﴾ [1]

اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے راضی ہوگیا جبکہ وہ درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے، رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کر رہے تھے، کس بات کی بیعت کر رہے تھے ؟ حضرت سَلَمہ ابن اَکوع رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ تم نے حدیبیہ میں درخت کے نیچے کاہے پر بیعت کیا تھا ؟ تو وہ کہتے ہیں عَلَی الْمَوْتِ ہم نے بیعت کیا تھا موت کے اُوپر [2] موت کے اُوپر بیعت ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ہم مرجائیں گے مگر بھاگیں گے نہیں، اللہ تعالیٰ اس میں بشارت دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوا اور اُن کے دلوں کی باتوں پر مطلع ہو کر اُس نے اپنی سکینت کو اور اطمینان کو اُن کے دلوں میں ڈالا اور اس کے بدلے میں فتح مندی عطا فرمائی یہ سورۂ فتح میں ﴿ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ﴾ کے ذیل میں بیعت کا ذکر کیا گیا۔

بیعت کی عظمت :

اسی طرح اللہ تعالیٰ سورۂ فتح ہی میں کہتا ہے :

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴾ [3]

''اے محمد ﷺ جو لوگ تمہارے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں، تمہارے سے عہد کرنا وہ اللہ تعالیٰ سے عہد کرنا ہے جس شخص نے اپنے

---

[1] سُورہ فتح : ۱۸ [2] بخاری شریف باب غزوۃ الحدیبیۃ رقم الحدیث ۴۱۶۹ [3] سُورہ فتح : ۱۰

''عہد کو پورا کیا اللہ تعالیٰ اُس کو اجر دے گا، ثواب دے گا، اور جو عہد کر کے توڑے گا وہ اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہے۔''

تو بیعت جناب رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک پر کی گئی یہ بیعت تھی جہاد کی غزوۂ حدیبیہ کی۔

بیعتِ سلوک :

قرآن شریف میں سورۂ ممتحنہ میں اور دُوسری بیعت کرنے کا حکم دیا گیا۔

﴿ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ عَلٰۤی اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْـًٔا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ﴾ [1]

اے پیغمبر جبکہ عورتیں تمہارے پاس آئیں اور وہ عہد کریں بیعت کریں اس بات پر کہ شرک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زنا نہ کریں گی، اپنے بچوں کو قتل نہ کریں گی، زمانۂ جاہلیت میں عادت تھی کہ اپنے بچوں کو مرد و عورت ماں اور باپ قتل کر دیتے تھے اس وجہ سے کہ اس بچہ کے پالنے میں خرچ بہت کچھ پڑے گا ﴿خَشْیَةَ اِمْلَاقٍ﴾ فاقہ کی وجہ سے، اور اسی طرح کسی پر بہتان نہ باندھیں گی حضرت محمد ﷺ کے حکم کو پورے طرح سے انجام دیں گی، نافرمانی نہیں کریں گی، تو حضرت محمد ﷺ کو حکم ہے کہ ﴿ فَبَایِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ﴾ کہ آپ بیعت کیجیے اور اُن کے لیے استغفار کیجیے۔ تو یہ بیعت اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاری ہوئی۔

ہجرت سے پہلے جبکہ مکہ معظّمہ میں بارہ سردار اَنصار کے جمع ہوئے اور آپ نے اُن کو دین کی تعلیم دی تو حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ جو اُنہی سرداروں میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو حکم دیا کہ بَایِعُوْنِیْ عَلٰی اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَیْئًا وَّلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا [2] مختلف چیزیں اسلام کی تعلیم فرمائیں اور رسول اللہ ﷺ کی مدد کرنے کی، رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرنے کی،

---

[1] سُورۃ الممتحنہ : ۱۲ [2] مشکوۃ شریف کتاب الایمان رقم الحدیث ۱۸ واضح رہے کہ یہ بیعتِ اسلام نہیں بلکہ بیعتِ سلوک و اِرشاد ہے کیونکہ یہ اِن حضرات کے اسلام لانے کے بعد کی بیعت ہے۔

مختلف چیزیں عہد میں لیں، اور فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی شخص اِن باتوں پر وفاداری کے ساتھ قائم رہا تو اللہ تعالیٰ اُس کو جنت میں جگہ دے گا اُس کی مغفرت کرے گا اور اگر کوئی شخص خلاف کرے گا اور دُنیا میں اُس کو سزا ملی تو آخرت کی سزا اُس پر سے اُٹھ جائے گی اور اگر اُس نے نافرمانی کی اور سزا نہیں دی گئی دُنیا میں تو اللہ تعالیٰ چاہے تو سزا دے چاہے تو معاف کرے [1] تو اِس قسم کے بہت سے واقعات ہیں جن میں جنابِ رسول اللہ ﷺ نے بعض خاص باتوں پر بیعت لی ہے اور کبھی کبھی عام باتوں پر اور پوری شریعت پر بیعت لی ہے۔ [2]

بیعت کی تعلیم قرآن شریف میں اور احادیث میں بہت تفصیل کے ساتھ ذکر کی گئی ہے جنابِ رسول اللہ ﷺ نے بعضے اصحاب سے اسی پر بیعت لی تھی کہ وہ کسی سے کوئی چیز مانگے گا نہیں، سوال نہیں کرے گا [3] تو عادت تھی اُس صحابی کی کہ اگر گھوڑے پر سوار ہوا اور اُس کا کوڑا اگر گیا تو کوڑا بھی کسی دوسرے سے نہیں اُٹھواتا تھا بلکہ گھوڑے سے اُتر کر کے اپنے کوڑے کو اُٹھاتا تھا۔

حضرت جریر بن عبداللہ البجلیؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے بیعت لی اس بات پر کہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کریں گے [4] تو ہمیشہ ہر چیز میں جس مسلمان کو ضرورت سمجھتے تھے خیر کی نصیحت کرتے تھے تو بیعت کوئی نئی چیز نہیں ہے قرآن میں احادیث میں بہت سے واقعات کو ذکر کیا گیا ہے بیعت اُسی وقت سے جاری ہے اب اسی بیعت ہی میں سے یہ بیعت ''طریقت'' کی ہے جو جنابِ رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے آج تک چلی آتی ہے، بیعت اس بات پر کرنا کہ شریعت پر مضبوطی سے چلیں گے اور جن چیزوں سے شریعت نے منع کیا ہے اُن سے بچیں گے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اطاعت میں پوری توجہ سے کام لیں گے، اِسی کو ''بیعتِ طریقت'' کہا جاتا ہے جو اُس زمانہ سے برابر چلی آتی ہے بیعت کے طریقے تمام زمانے میں جاری رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے خاص خاص بندوں نے مسلمانوں سے عہد لیے ہیں، یہ جو پیری مریدی کہی جاتی ہے یہ حقیقت میں وہی بیعت کا طریقہ ہے۔

---

[1] یہ بیعت نبوت کے بارھویں سال ہوئی تھی، اِسے ''بیعتِ عقبہ اُولیٰ'' سے تعبیر کرتے ہیں [2] اسے ''بیعتِ اسلام'' سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ [3] مسند احمدؒ بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۶۴ [4] بخاری و مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص ۴۲۳

بیعت لینے کا مستحق :

بیعت لینا ہر ایک شخص کا حق نہیں ہے، جو شخص شریعت کا پابند ہو، بدعات سے اور فسق و فجور سے بچتا ہو اور اُس نے کسی ولی اور مرشد کے پاس رہ کر کے نسبتِ باطنی حاصل کی ہو، فقر و فاقہ کو اختیار کیا ہو، اُس کے ہاتھ پر زمانۂ سابق میں بیعت کی جاتی تھی تو وہی مستحق ہے بیعت لینے کا۔ تمام صحابہؓ میں خاص خاص لوگ بیعت لیتے تھے، خلفائے راشدین اور خصوصاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ سلسلہ زیادہ چلا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے بعد حضرت امام حسن بصریؒ اور پھر اُن کے خلفاء برابر یہ بیعت لیتے رہے ہیں۔

شیخ یا پیر کا مطلب :

جو لوگ بیعت لیتے تھے اُن کو ''پیر'' کہا گیا، پیر کے معنی لُغت میں بڈھے کے ہیں، عربی میں اس کو ''شیخ'' کہتے ہیں، معمر آدمی جس نے زیادہ دنوں تک خداوندِ کریم کی اطاعت اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں وقت گزارا ہو، وہی اس اَمر کا مستحق ہوتا ہے کہ وہ دوسروں سے عہد لے تو اس واسطے اس کو عربی میں شیخ فارسی میں پیر کہا گیا، وہ شخص تجربہ کار ہوتا ہے، وہ شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری میں عمر گزارے ہوئے ہوتا ہے تو اُس کو پیر کہا جاتا ہے۔ پیر کسی خاص آدمی کا نام نہیں ہے کسی خاص نسب کا نام نہیں ہے کسی خاص طریقہ کے کرنے والے کا نام نہیں ہے، جو شخص شریعت کا پابند ہو اور عرصہ دراز تک اُس نے ریاضتیں کی ہوں ذکر کیا ہو، اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کیا ہو اور وہ دنیا پر ریجھنے والا نہ ہو، اس قدر عبادت کی ہو کہ اُس کے اندر نسبت اللہ تعالیٰ سے پوری پیدا ہوگئی ہو، وہ شریعت پر بیعت لینے کا مستحق ہے، وہی پیر اور شیخ ہوتا ہے۔

سچے اور جھوٹے پیر :

مگر ایک عرصہ اور ایک زمانہ گزر جانے کے بعد جس طرح سے ہر جماعت میں کھوٹے اور کھرے ہوتے ہیں علم ظاہر میں اور دوسری جماعتوں میں بھی کھوٹے اور کھرے ہوتے ہیں، اسی طرح

سے طریقت کے اندر بھی کھوٹے اور کھرے پائے جانے لگے، جو شخص شریعت کے اُوپر نہ چلتا ہو جناب رسول اللہ ﷺ کی سنت کا تابعدار نہ ہو وہ شخص بیعت لینے کا پیر بننے کا کسی طرح حق نہیں لے سکتا، قرآن شریف میں فرمایا گیا :

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ﴾ (سُورة التوبة : ۱۱۹)

''اے ایمان والو ! خدا سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔''

تو پیر بنایا جاتا ہے ''سچا'' جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی سچا ہو اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ بھی سچا ہو، جس کے اندر دَغل، فسل، مکر، حیلہ وغیرہ نہ پایا جاتا ہو اللہ تعالیٰ کی سچی تابعداری کرتا ہو، اُس کو کہا گیا ہے ﴿ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ﴾ ''ان کے ساتھ رہو۔'' قرآن شریف میں فرمایا گیا :

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ (سُورة المائدة : ۳۵)

اے ایمان والو ! تقویٰ اختیار کرو، ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو، وہ شخص جو تمہارے لیے ذریعہ ہو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا، اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کا، اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو حاصل کرنے کا اُسی کو ''مرشد'' کہتے ہیں ﴿ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ ﴾ کی تفسیر میں محققین کی رائے یہی ہے کہ مرشد مراد ہے، اس آیت میں پہلے ایمان کو ذکر کیا گیا پھر اس کے بعد تقویٰ ذکر کیا گیا ان دونوں کے بعد اس جگہ وسیلہ یعنی مرشد کا تلاش کرنا اور اُس کے حکم پر چلنا، یہ تیسرا حکم ﴿ وَابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ ﴾ کا ذکر کیا گیا۔

ریاضت و اَشغالِ تصوف کا ثبوت :

﴿ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ ﴾ چوتھا حکم ذکر کیا گیا کہ اللہ کے راستے میں کوشش کرو، جہاد کرو، نفس کے خلاف کرو، اپنی راحت کے خلاف کرو تو یقیناً ''وسیلہ'' ایمان اور تقویٰ کے بعد کوئی زائد چیز ہے اسی (مرشد) کو تلاش کرنا اور اس کے حکم پر چلنا اور پھر اللہ کو راضی کرنے کے لیے ہر قسم کی جدوجہد کرنا

اس آیت میں ذکر کیا گیا، تو یہ جو طریقت کے تصوف کے احکام ہیں کوئی نئی چیز نہیں، بلکہ پرانی ہے اور اُسی زمانے سے چلی آتی ہے، تصوف کے جو اَعمال ہیں ذکر وغیرہ ریاضتیں یہ چیزیں بھی اُسی زمانے سے چلی آتی ہیں ﴿ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ ﴾ فرمایا گیا، جہاد کہتے ہیں زیادہ کوشش کرنا، جدو جہد کرنے کا نام ہے۔

حدیثِ جبریل :

آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث میں ذکر کیا ہے، صحابہ کرامؓ کہتے ہیں کہ ایک روز جناب رسول اللہ ﷺ مجمع میں بیٹھے ہوئے تھے، ایک شخص آیا اُس کے کپڑے نہایت سفید اور صاف وشفاف تھے مگر ہم میں سے کوئی اُس کو پہچانتا نہ تھا، وہ آکر کے جنابِ رسول اللہ ﷺ کے قریب گھٹنے سے گھٹنا ملا کر بیٹھ گیا، ہم نے تعجب کیا، کیونکہ اگر وہ باہر سے آیا ہوتا تو کپڑے اُس کے میلے ہوتے، گرد وغبار سے اُس کے بال بھرے ہوئے ہوتے، کپڑوں میں میل کچیل ہوتا (بلکہ) اُس کے بال نہایت صاف اور سیاہ تھے اور کپڑے بھی سفید تھے، ہم تعجب کرتے تھے۔

ایمان کیا ہے ؟

اُس نے پوچھا جناب رسول اللہ ﷺ سے کہ حضور ایمان کس کو کہتے ہیں ؟

تو رسول اللہ ﷺ نے ایمان کی تعریف بتلائی :

اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَ رُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ . او کما قال علیہ السلام

آپ نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرے یقین کرے اللہ پر اُس کے رسول پر اُس کے فرشتوں پر اُس کے اور رسولوں پر کتابوں پر اور قیامت کے دن پر اور تقدیر پر۔

اسلام کیا ہے ؟

اس کے بعد اُس نے کہا یارسول اللہ مَا الْاِسْلَامُ ؟ اسلام کس چیز کا نام ہے ؟

تو آپ نے فرمایا کہ :

اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِىَ الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَ تَحُجَّ الْبَيْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلاً .

اسلام اِس کا نام ہے کہ گواہی دو اَشْهَدُ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور نماز کو قائم کرو، زکوٰۃ کو ادا کرو، رمضان کا روزہ رکھو، اور بیت اللہ کا حج کرو اگر تمہارے پاس طاقت ہے وہاں پہنچنے کی۔

احسان کیا ہے ؟

اس کے بعد اُس نے کہا : یارسول اللہ مَا الْاِحْسَانُ ؟ احسان کیا چیز ہے ؟

قرآن میں بہت سی جگہوں میں احسان کا ذکر کیا گیا ہے، قرآن میں فرمایا گیا :

☆ ﴿ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ [۱] ''اللہ تعالیٰ کی رحمت احسان کرنے والوں سے بہت قریب ہے۔''

☆ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ﴾ [۲] ''اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کے ساتھ ہے جو کہ پرہیز کرتے ہیں اور جو احسان عمل میں لاتے ہیں۔''

☆ ﴿ وَيَجْزِىَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى﴾ [۳] ''جن لوگوں نے احسان کیا اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ بھلائی کرے گا۔''

☆ ﴿ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ﴾ [۴] ''احسان کا بدلہ تو احسان ہی ہے۔''

اس طرح سے بہت سی آیتوں میں ''احسان'' کی بڑی تعریف کی گئی ہے اور بڑے وعدے کیے گئے ہیں۔

تو اب وہی پوچھتا ہے کہ یارسول اللہ مَا الْاِحْسَانُ ؟ احسان کس چیز کا نام ہے ؟

تو آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ [۵]

---

[۱] سُورۃ الاعراف : ۵۶ [۲] سُورۃ النحل : ۱۲۸ [۳] سُورۃ القمر : ۳۱ [۴] سُورۃ الرحمن : ۶۰

[۵] مشکوۃ شریف کتاب الایمان رقم الحدیث ۲

احسان اس کا نام ہے کہ تم خدا کی عبادت ایسی طرح سے مکمل کرو اس طرح سے اس کے اندر خشوع اور خضوع کو انجام دو کہ جیسے گویا کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو۔ مزدور، نوکر، غلام جب اپنے آقا کو، مالک کو دیکھتا ہے تو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتا اور جب کوئی کام کرتا ہے اور آقا اُس کے سامنے نہیں ہے تو نہایت بے توجہی سے کرتا رہتا ہے۔ تو احسان کی تعریف آقائے نامدار ﷺ یہ فرماتے ہیں کہ ہر عبادت میں تم اِس طرح سے تکمیل کرو، اس قدر خشوع اور خضوع کا لحاظ کرو جیسے کہ تم اپنے آقا اور مالک کو دیکھنے کے وقت میں ادا کرتے ہو، یہ احسان ہے۔

اگر تم کو یہ شبہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کو ہم تو نہیں دیکھتے یہ کیسے ہوسکتا ہے ؟ تو اِس کو فرمایا گیا فَاِنَّہٗ یَرَاکَ تم اگرچہ نہیں دیکھتے ہو مگر اللہ تعالیٰ تو ہر حالت میں تم کو دیکھتا ہے۔ تو اپنے مالک کی موجودگی میں جو غلام جو نوکر جو مزدور تکمیل کرتا ہے کام کی وہ تو اِسی وجہ سے کرتا ہے کہ آقا دیکھ رہا ہے، اللہ تعالیٰ ہر حالت میں تم کو دیکھتا ہے کسی وقت میں بھی تم خدا کے علم سے اُس کے دیکھنے سے اوجھل نہیں ہو سکتے۔

''احسان'' کی فضیلت :

تو بہرحال یہ ''احسان'' بڑا اعلیٰ درجہ کا مرتبہ ہے، اِسی کو تیسرے سوال میں حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا، اس ''احسان'' کو قرآن میں جیسا میں نے چند آیتیں عرض کیں، بڑی تعریف کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے ﴿ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَ زِیَادَۃٌ ﴾[1] جن لوگوں نے احسان کو انجام دیا اُنہیں اللہ تعالیٰ نہایت عمدہ ثواب دے گا اور زیادتی دے گا تو اسی ''احسان'' کے حاصل کرنے پر تمام تصوف کا مدار ہے، آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں آپ کی مجلس میں ایمان کے ساتھ حاضر ہونے سے یہ بات (کیفیتِ احسانیہ) حاصل ہوجاتی تھی، جناب رسول اللہ ﷺ کی روحانی طاقت اِس قدر قوی تھی کہ جو شخص آپ کے سامنے اخلاص کے ساتھ ایمان کے ساتھ حاضر ہوا اُس کے قلب کے اُوپر ایسا اثر پڑتا تھا کہ اللہ کے سوا جو چیزیں بھی ہیں سب کو بھول جاتا تھا اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ ہوجاتا تھا۔

---

[1] سُورہ یونس : ۲۶

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ :

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ ۱؎ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کئی روز حاضر نہیں ہوئے، جناب رسول اللہ ﷺ کی عادت تھی کہ اپنے لوگوں کو خاص طور پر یاد رکھتے تھے، ایک وقت نہیں آئے دو وقت نہیں آئے تو آپ نے پوچھا کہ کَیْفَ اَنْتَ یَا حَنْظَلَۃُ حنظلہ کا کیا حال ہے ؟ لوگوں کو کچھ معلوم نہیں تھا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ابھی خبر لاتا ہوں، گئے گھر میں، پوچھا گھر والوں سے کہ حنظلہ کہاں ہیں ؟ بیوی نے جواب دیا کہ وہ کوٹھڑی میں بیٹھے ہوئے ہیں، اُنہوں نے پوچھا خیریت سے تو ہیں ؟ کہا خیریت سے تو ہیں مگر سر جھکائے بیٹھے ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اجازت لے کر کے گھر میں داخل ہوئے، جا کر دیکھا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ سر جھکائے ہوئے بیٹھے ہیں اور رو رہے ہیں تو اُنہوں نے پوچھا کہ بھائی کیا حال ہے ؟ تو انہوں نے بتلایا کہ نَافَقَ حَنْظَلَۃُ حنظلہ تو منافق ہوگیا ! کہا کیا بات ہے !! کیسے منافق ہوگئے !!!

حضوری اور غیبت میں فرق :

کہا کہ ہم جناب رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں رسول اللہ ﷺ آخرت کا، جنت کا، دوزخ کا، قیامت کا ذکر کرتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہماری آنکھوں کے سامنے جنت موجود ہے، دوزخ موجود ہے، آخرت کی چیزیں موجود ہیں، ہمارا دل اللہ تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ ہوتا ہے، وہاں سے جب آتے ہیں، گھر میں آئے تو بال بچوں سے بیوی سے اِن لوگوں سے میل جول ہوا تو وہ حالت جاتی رہتی ہے، یہ تو نفاق ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ حالت تو میری بھی ہے ! وہ بھی رونے لگے !! تھوڑی دیر تک دونوں روتے رہے !!! اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے لیے تمام باتوں کے حل کرنے والے ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ ہیں، چلو یہاں بیٹھنے سے کچھ نہیں ہوتا رونے دھونے سے کچھ نہیں ہوتا چلو آقائے نامدار ﷺ سے اپنی حالت عرض کریں، ان کی سمجھ میں آئی، دونوں حاضر ہوئے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے سامنے تمام بات عرض کی

۱؎ یہ حضرت حنظلہ بن رُبَیِّع ہیں، ایک اور حنظلہ ہیں جنہیں "غسیل الملائکہ" کہا جاتا ہے، وہ حنظلہ بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں۔

تو آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ تم جیسے کہ میری حضوری میں ہوتے ہو میری مجلس میں ہوتے ہو اگر اُسی طرح تم ہر وقت میں رہو تو تمہارے بستروں پر فرشتے آکر تم سے مصافحہ کیا کریں[1] دونوں حالتیں علیحدہ علیحدہ ہیں، میری موجودگی میں میری مجلس میں تمہاری اور حالت ہے اور مجھ سے جدا ہونے کے بعد تمہاری اور حالت ہے، جیسے سورج کے سامنے جو چیز آئے گی وہ چمکدار ہو جائے گی اُس پر روشنی پڑ جائے گی اُس پر دھوپ اور نور آجائے گا اور جہاں علیحدہ ہوئے تو وہ روشنی جاتی رہی، آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں جو بھی آنے والے تھے سچائی کے ساتھ اُن کے دلوں کی میل کچیل، غفلت، دنیا پرستی، نفس پرستی جاتی رہتی تھی، جہاں مجلس سے علیحدہ ہوئے تو اُس میں کمی ہو جاتی تھی۔

حضور ﷺ کے چار بڑے کام :

مگر آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

﴿ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ وَ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَۃَ وَ یُزَکِّیْھِمْ ﴾[2]

چار بڑے بڑے کام آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام انجام دیا کرتے تھے، اس امر کو تین یا چار جگہ قرآن شریف میں ذکر کیا گیا ہے :

☆ ﴿ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ ﴾ ایک تو یہ کہ قرآن کی آیتیں جو اُترتی ہیں وہ سناتے رہتے ہیں

☆ دوسرے ﴿ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ ﴾ اللہ تعالیٰ کے کلام کو سکھلاتے ہیں، معانی بتلاتے ہیں

☆ اور تیسرے ﴿ وَ الْحِکْمَۃَ ﴾ حکمت کی باتیں بتلاتے ہیں، یہ حکم کیوں ہوا، اس حکم میں کیا مصلحت ہے، اس حکم سے کیا کیا نتیجے پیدا ہوں گے، یہ حکمت کی باتیں آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام سکھلاتے تھے۔

☆ ﴿ وَ یُزَکِّیْھِمْ ﴾ چوتھا کام یہ تھا کہ اُن کی میل اور کچیل کو دُور کرتے تھے، تزکیہ کرتے تھے، پاک اور صاف کرتے تھے۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف کتاب الدعوات رقم الحدیث ۲۲۶۸ [2] سُورۃ البقرۃ : ۱۲۹

حضور ﷺ کی صحبت کا اثر :

دلوں پر، روح کے اُوپر جناب رسول اللہ ﷺ کی روحانی اور قلبی طاقت کا اثر ایسا پڑتا تھا کہ دلوں کی میل کچیل، غیر اللہ کی محبت، دنیا کی محبت اور ہر قسم کی بُرائی جاتی رہتی تھی، کسی کو کم کسی کو زیادہ، آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کا یہ اثر تھا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو ہر چیز ہم کو روشن نظر آتی تھی، یہاں تک معلوم ہوتا تھا کہ دیواریں بھی روشن ہوگئیں اور جب تک آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام رہے یہی ہر چیز میں روشنی معلوم ہوتی تھی اور فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ کو ﷺ دفن کرنے کے بعد ہم نے ابھی تک مٹی اپنے ہاتھوں سے جھاڑی نہیں تھی کہ ہم نے اپنے دلوں کو اُوپرا دیکھا۔ [1]

قَالَ لَمَّا کَانَ الْیَوْمُ الَّذِیْ دَخَلَ فِیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ الْمَدِیْنَۃَ اَضَاءَ مِنْھَا کُلُّ شَیْئٍ فَلَمَّا کَانَ الْیَوْمُ الَّذِیْ مَاتَ فِیْہِ اَظْلَمَ مِنْھَا کُلُّ شَیْئٍ وَمَا نَفَضْنَا اَیْدِیَنَا عَنِ التُّرَابِ وَاِنَّا لَفِیْ دَفْنِہٖ حَتّٰی اَنْکَرْنَا قُلُوْبَنَا. [2]

(جاری ہے)

---

[1] اس حدیث میں دلوں کو اُوپرا دیکھنے کی وضاحت میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ لکھتے ہیں کہ فیضِ صحبت اور مشاہدۂ ذات کے انوار جو ہر وقت مشاہدہ ہوتے تھے وہ حاصل نہ رہے تھے چنانچہ اب بھی مشائخ کے ہاں کی حاضری اور غَیبُت میں انوار کا بین فرق محسوس ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان انوار کے حاصل کرنے کے لیے اب مجاہدات، ذکر کی کثرت اور مراقبہ کا اہتمام کرایا جاتا ہے اور اُس وقت کسی چیز کی بھی ضرورت نہ تھی۔ [2] مشکوۃ کتاب الفضائل والشمائل رقم الحدیث ۵۹۶۲

قسط : ۱۶

تبلیغِ دین

﴿ حجۃ الاسلام حضرت اِمام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

حَامِدًا وَّ مُصَلِّيًا ! اِس زمانے میں اَجزائے دین میں سے اَخلاقِ حسنہ کو عوام نے اِعتقادًا اور خواص نے عمدًا چھوڑ دیا ہے اِس سے جو مفاسدِ دینیہ اور دُنیویہ پیدا ہو رہے ہیں اُس کا یہی علاج ہے کہ اِس کی تعلیم اور اِس کی تنبیہ کی جائے چنانچہ سلف نے اِس میں مختلف و متعدد کتابیں لکھی ہیں اُن سب میں جامع اور آسان تصنیف حجۃ الاسلام حضرت اِمام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے ، اُن میں رسالہ ''اَربعین'' یعنی ''تبلیغ دین'' مختصر اور آسان ہے اَکابرین خصوصیت کے ساتھ اپنے مریدین کو اِس کتاب کے پڑھنے کا اِرشاد فرماتے تھے اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت مولانا عاشق اِلٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کہ اُنہوں نے اِس کتاب کا اُردو ترجمہ نہایت خوبی کے ساتھ انجام دیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ظاہر اور باطن کی اِصلاح کی توفیق عطا فرمائے اور اِس کو نافع اور مقبول بنائے ، خانقاہِ حامدیہ کی طرف اِسے نذرِ قارئین کیا جا رہا ہے۔ (اِدارہ)

مذموم اخلاق کی تفصیل اور طہارتِ قلب کا بیان

(۶) چھٹی اصل .... رعونت اور شہرت و جاہ کی محبت کا بیان :

خمول (گمنامی) و عدم شہرت کے بڑے فائدے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دارِ آخرت کی بھلائیاں اُن ہی کے لیے مخصوص ہیں جو زمین پر رہ کر بڑھنا چڑھنا اور فتنہ فساد کرنا نہیں چاہتے اور رسولِ مقبول ﷺ فرماتے ہیں کہ

''بکریوں کے گلے میں دو بھیڑیے آ پڑیں تو وہ اتنا نقصان نہ کریں گے جتنا مال وجاہ کی محبت دیندار مسلمان کے دین کا نقصان کرتی ہے۔''

خوب سمجھ لو کہ رعونت اور حبِ جاہ بری بلا ہے ان سے قلب میں نفاق پیدا ہوجاتا ہے حقیقت میں وہ لوگ بڑے آرام میں ہیں جن کو کوئی جانتا بھی نہیں، پریشان حال غبار آلودہ کہ نہ لوگ اُن کو پاس بٹھانا پسند کرتے ہیں نہ اُمراان کو اپنی کوٹھی میں بنگلوں میں گھسنے کی اجازت دیتے ہیں، اگر وہ نکاح کرنا چاہیں تو کوئی ان کو لڑکی دینا پسند نہیں کرتا، پھٹے پرانے کپڑے پہنے اور ذلت ومسکنت کی حالت میں پڑے ہوئے ہیں ان ہی میں ایسے بندے ہوتے ہیں کہ اگر کسی بات پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ ان کی خاطر اس کو پورا فرماتا ہے۔

یاد رکھو کہ جہاں انسان کی شہرت ہوئی اور اس کو مسندِ عزت کی جگہ بیٹھنا اور لوگوں کے آگے آگے چلنا پسند آیا تو بس تباہی آ گئی، اللہ کے بندے اپنے آپ کو بہت چھپاتے ہیں البتہ بلا طلب و بلا خواہش اگر اللہ تعالیٰ ہی ان کو ظاہر فرمادے تو اب ان کو چھپانا مناسب نہیں رہتا، دیکھو انبیاء، خلفائے راشدین اور اکثر اولیاء کی دنیا میں شہرت ہوئی ہے مگر ان میں سے کسی نے بھی اپنی شہرت کی آرزو یا خواہش نہیں کی بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی تھی اُس نے جس حال میں بھی رکھا اس پر راضی ہو گئے اس لیے نہ تکبر پیدا ہوا اور نہ حبِ جاہ کیونکہ حبِ جاہ اس کا نام ہے کہ اپنی شہرت کی خود خواہش کرے اور ظاہر ہے کہ اِس سے رعونت پیدا ہوجاتی ہے، اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

حبِ جاہ اور حبِ مال کا فرق :

حبِ جاہ کے معنی یہ ہیں کہ انسان لوگوں کے قلوب پر قبضہ کرنا چاہے اور اِس کی خواہش کرے کہ اُن کے دل میرے مطیع بن جائیں میری تعریف کیا کریں میری حاجت کے پورا کرنے میں لپکیں اور جان تک سے دریغ نہ کریں، مال کے ساتھ بھی انسان کو اسی غرض سے محبت ہوتی ہے کہ وہ رفع حاجت کا ذریعہ بنے اور جاہ وشہرت کی خواہش بھی اسی لیے ہوتی ہے کہ کوئی ضرورت نہ رہے پس مقصود کے اعتبار سے دونوں ایک ہی نفع کے سبب ہیں۔

مال کی بہ نسبت جاہ کی محبت زیادہ ہونے کا پہلا سبب :

چونکہ حبِ جاہ سے مال بھی حاصل ہوسکتا ہے اور نہ کوئی اِس کو چرا سکتا ہے نہ لوٹ سکتا ہے اور مال کے ذریعہ سے بسا اوقات جاہ حاصل نہیں ہوتا اور مال میں چوری کا اور لوٹ کا خطرہ بھی رہتا ہے اس لیے حبِ جاہ کا درجہ حبِ مال سے بڑھا ہوا ہے چونکہ یہ عام قاعدہ ہے کہ جب کسی کی تعظیم کا اعتقاد لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو جاتا ہے تو لامحالہ لوگ اُس کی تعریفیں کرتے اور دوسروں کو اِس مضمون میں اپنا ہم خیال بنانا چاہتے ہیں اور جب اُن کو اِس کی دھن لگ جاتی ہے تو بسا اوقات کامیاب بھی ہو جاتے ہیں پس اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہتا ہے اور آخر کار حبِ جاہ میں بلا تکلف و بلا مشقت کامیابی ہو جاتی ہے برخلاف اِس کے مال کے جمع کرنے میں بیسیوں تدبیریں اور حیلے کرنے پڑتے ہیں اور پھر بھی خاطر خواہ مال جمع ہونا مشکل ہوتا ہے اس وجہ سے انسان کو مال کی نسبت جاہ کی محبت و خواہش زیادہ ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ فقرا بھی حبِ جاہ میں مبتلا پائے جاتے ہیں۔

حبِ جاہ کا دوسرا سبب :

حبِ جاہ کے بکثرت ہونے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ہر آدمی کو اپنی بڑائی اور عزت کی بالطبع خواہش ہوتی ہے اور ہر شخص چاہتا ہے کہ میں ایسا بے مثل و یکتائے روزگار ہوں کہ بس میں ہی میں ہوں حالانکہ یہ حقیقتِ الٰہیہ ہے اور خداوند تعالیٰ ہی کو شایانِ شان ہے کیونکہ یکتائی اُس کی شان ہے اور تمام مخلوق اس واجب الوجود کے نورِ قدرت کا پرتو ہے پس جو انسان حبِ جاہ کے مرض میں گرفتار ہے وہ گویا اللہ عزّ اسمہٗ کے ہم پلہ ہو جانے کا خواہشمند اور اس کے ساتھ نسبت کے قائم رکھنے سے ناراض ہے جو دھوپ کو آفتاب کے ساتھ ہوتی ہے گویا اس کا نفس فرعون کی طرح ﴿اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى﴾ ''میں ہی تم سب کا بڑا پروردگار ہوں'' پکار رہا ہے کہ بس اتنا فرق ہے کہ فرعون نے یہ کلمہ زبان سے لوگوں کے سامنے کہہ دیا تھا اور دوسرے لوگ اِس کو اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں مگر چونکہ شانِ یکتائی کسی کو حاصل نہیں ہوسکتی اور اِس آرزو میں کامیاب ہونا محال ہے اس لیے انسان کا نفس چاہتا ہے کہ

مستقل وجود میں کامیاب نہ ہو تو کم از کم اتنا ضرور ہو کہ ساری مخلوق پر قبضہ ضرور حاصل ہو جائے کہ جس شے پر جو چاہوں تصرف کروں مگر چونکہ آسمان ستاروں پہاڑ سمندر اور دوسری بڑی مخلوقات پر قبضہ ہونا دُشوار نظر آیا اس لیے ذرا نیچے اُتر کر اُس کو متمنی نظر آیا کہ صرف زمین ہی کی مخلوق پر مالکانہ تصرف حاصل ہو جائے یعنی حیوانات مسخر (تابع) ہو جائیں اور معدنیات (کان سے نکلنے والی چیزیں) ونباتات تابع فرمان بن جائیں اور ان علویاتِ آسمانی (آسمان والی چیزیں) اور بڑی مخلوقاتِ ارضی (زمین والی چیزیں) کی جن پر مالکانہ تصرف حاصل ہونا ناممکن ہے پوری واقفیت اور تحقیق تام (پوری) حاصل ہو جائے تاکہ ہاتھ کا قبضہ نہ ہو تو علم ہی کا قبضہ قائم رہے اور دنیا کی آبادی میں سے ذوی العقول مخلوق (عقل والی) یعنی انسان اپنے قلوب کے اعتبار سے میرے مطیع و فرماں بردار بن جائیں کہ میری عظمت و بڑائی کے ساتھ معتقد ہو کر مجھ کو صاحبِ کمال سمجھنے لگیں، ہاتھ باندھے ہوئے میری تعظیم کریں اور میری شہرت کا آوازہ ان ملکوں تک پہنچ جائے جہاں میں خود نہیں پہنچ سکتا، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ.

فصل :

انسان ایک دن مرنے والا ہے اور جاہ و شہرت مرنے کے بعد ختم ہو جائے گی پس اگر یہ ناپائیدار شہرت حاصل بھی ہوئی اور مخلوق میں عزت اور جاہ بھی مل گئی تو کیا ہوا، یہ تو کوئی خوبی اور کمال کی بات نہیں، کمال تو ایسی چیز کا حاصل کرنا ہے کہ جس میں موت کوئی خلل یا کمی نہ پیدا کرے اور وہ معرفتِ الٰہی ہے کہ صاحبِ معرفت شخص دنیا سے انتقال بھی کر جائے تب بھی معرفت کے بے شمار مراتب میں اس کی ترقی رہتی ہے لہٰذا اس رعونت (تکبر) اور طلبِ شہرت کا علاج کرو اور اس کی محبت دل سے نکالو، یوں سمجھو کہ اگر مثلاً تمام دنیا تم کو سجدہ بھی کرنے لگے تو کتنے دن کے لیے آخر ایک دن وہ ہوگا کہ نہ تم باقی رہو گے اور نہ سجدہ کرنے والے باقی رہیں گے، تعجب ہے کہ زمانہ تو تمہارے ساتھ یہاں تک بخل کرتا ہے کہ شہر یا قبضہ تو درکنار تمہارے محلّہ پر بھی تم کو پورا قبضہ نہیں دیتا اور تم زمانہ کی ہمدردی میں ایسے ڈوبے کہ دائمی نعمت اور جاوید سلطنت چھوڑنے پر راضی ہو گئے کہ دنیا کی اِس مکدر و حقیر شہرت اور

چند ایسے احمق و ضعیف لوگوں کی تعظیم و تکریم پر نازاں ہو گئے جس کو نہ کسی کی موت و حیات کا اختیار ہے اور نہ کسی کے ضرر اور نفع پر دسترس ہے اور اس کی بدولت اس پائیدار عزت اور عالم ملکوتی کی شہرت کو کھو بیٹھے جو اللہ تعالیٰ اور اُس کی برگزیدہ و پاک مخلوق یعنی فرشتوں میں تمہیں حاصل ہوتی ہے۔

بقدرِ ضرورت جاہ کی تحصیل جائز ہے :

یہ ضرور ہے کہ انسان مال کی طرح بقدرِ ضرورت جاہ کا محتاج ہے تاکہ اس کی وجہ سے مخلوق کے ظلم و تعدی سے محفوظ اور ظالم حاکموں کے دست برد سے بے خوف ہو کر باطمینانِ قلب عبادت میں مشغول رہ سکے لہٰذا اتنی طلبِ جاہ میں مضائقہ نہیں ہے مگر اِس کے ساتھ ہی اس کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ یہ بقدرِ ضرورت جاہ اپنی عبادتوں میں ریا اور دکھاوا کر کے نہ حاصل کرے کیونکہ ریا حرام ہے نیز متقی اور صوفی کی صورت بنا کر بھی مخلوق کو دھوکہ نہ دو کیونکہ اگر درویشانہ یا عالمانہ صورت کی بدولت مخلوق میں عزت حاصل کرو گے تو اللہ کے نزدیک مکار سمجھے جاؤ گے کہ جو مضمون قلب کو حاصل نہ ہوا اور محض صورت بنا کر اس کا اظہار کیا جائے وہ دھوکہ اور مکر کہلاتا ہے اور ظاہر ہے کہ دھوکہ حرام ہے، بہر حال طلبِ جاہ بڑی خطرناک چیز ہے کیونکہ اِس کی ہوس انسان کو ایک حالت پر قناعت نہیں کرنے دیتی پس اگر سچ پوچھو تو دین اُن ہی لوگوں کا محفوظ ہے جن کا حال اتنا مخفی و پوشیدہ ہے کہ ان کو کوئی جانتا ہی نہیں کہ وہ کس رتبہ کے ہیں۔

حبِ مدح کی وجوہات :

اکثر حبِ جاہ کا سبب اپنی مدح و ثنا کی خواہش ہوا کرتی ہے کیونکہ انسان کو اپنی تعریف و مدح میں لذت آتی ہے اور لذت آنے کی تین وجہ ہیں :

اوّل : چونکہ کمال حق تعالیٰ کی صفت ہے اور ہر شخص کو مرغوب ہے کہ میرے اندر بھی یہ صفت پیدا ہو لہٰذا نفس اپنی تعریف سے خوش ہوتا ہے کیونکہ سمجھتا ہے کہ تعریف کرنے والا میرے کمال سے واقف ہے اور یہی وجہ ہے کہ بے وقوف اور جاہل کی تعریف سے اتنی خوشی نہیں ہوا کرتی جتنی کسی ہوشیار

اور عقل مند آدمی کی مدح سے ہوتی ہے۔

دوم : تسخیر کی خواہش ہر شخص کو ہے اور اپنی مدح سن کر چونکہ معلوم ہو جاتا ہے کہ مداح کے قلب پر میرا قبضہ اور اثر ہو گیا ہے لہٰذا نفس کو اِس میں مزہ آتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی صاحبِ عزت شخص تعریف کرے تو زیادہ مسرت ہوتی ہے اور کوئی محتاج یا بھیک منگا فقیر مدح کرے تو بالکل خوشی نہیں ہوتی کیونکہ اس کے قلب پر قبضہ کرنا کوئی کمال یا خوبی نہیں سمجھی جاتی۔

سوم : یہ خیال ہوتا ہے کہ میرے آوازۂ شہرت کے بلند ہونے کا ذریعہ پیدا ہو گیا کیونکہ لوگوں کو میری تعریف کرنے کی طرف توجہ ہوئی اور اب یہ آہستہ آہستہ پھیل کر دنیا بھر میں بہت جلد شہرت کرادے گی لہٰذا مدح سے نفس پھولتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ مجمع میں تعریف ہونے سے جتنی مسرت ہوتی ہے تنہائی میں مدح ہونے سے اتنی مسرت نہیں ہوتی۔

حبِ مدح کا علاج :

خوب سمجھ لو کہ اس حبِ مدح نے لوگوں کو برباد کر دیا اسی کی بدولت ریا اور طرح طرح کی معصیت میں مبتلا ہو گئے پس اس کا علاج کرنا چاہیے۔

غور کرو کہ تعریف کرنے والا کس بات کی تعریف کرتا ہے اگر تمہارے مال اور عزت کی تعریف کر رہا ہے تو سمجھو کہ یہ تو کوئی کمال کی چیز نہیں ہے مسرت تو حقیقی کمال یعنی معرفتِ الٰہی کے حصول پر ہونی چاہیے اور وہی کمال تو رونے کا مقام ہے نہ کہ مسرت کا اور اگر تمہارے زُہد اور اتقاء کی تعریف ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں یعنی یا تو یہ کہ درحقیقت تم زاہد اور متقی ہو اور تمہاری تعریف اس بارے میں سچی ہو رہی ہے یا محض تمہیں خوش کرنے کے لیے تمہاری جھوٹی تعریفیں کی جا رہی ہیں پس اگر سچی تعریف ہے تو اس کا علاج اس طرح کرو کہ دل میں سوچو اور غور کرو کہ اِن باتوں کا اپنے اندر آجانا اور حق تعالیٰ کا قبول فرما لینا خوشی کی بات ہے نہ کہ دوسروں کا بیان کرنا کیونکہ لوگوں کے اظہار کو قبولیت اور قربِ الٰہی میں کچھ دخل نہیں ہے اور اگر زُہد و اتقاء کی تعریف جھوٹی ہو رہی ہے تب تو خوش ہونا کھلی حماقت ہے کیونکہ

اِس کی مثال تو ایسی ہوئی کہ کوئی شخص تمہاری تعریف کرنے لگے کہ آپ کی آنتوں اور معدہ سے عطر کی خوشبو آرہی ہے حالانکہ تم واقف ہو کہ اِس میں تو نجاست اور فضلہ بھرا ہوا ہے اور پھر اس بے جا مدح اور بے موقع بلکہ صریح جھوٹی تعریف پر خوش ہونے لگو، تم ہی بتاؤ کہ اس سے زیادہ بیوقوفی کیا ہوگی۔

اور جاہ وشہرت کا علاج ہم اُوپر بیان کر چکے ہیں اس پر عمل کرنے سے اُمید ہے کہ حبِ مدح کی جڑ جاتی رہے گی۔ (جاری ہے)

﴿ شب براءت کی مسنون دُعا ﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو میں نے شبِ براءت سجدہ میں یہ دُعا کرتے سُنا :

اَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ، وَاَعُوْذُ بِرَضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْكَ جَلَّ وَجْهُكَ ، لَآ اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ .

''اے اللہ ! میں پناہ طلب کرتا ہوں آپ کے عفو وکرم کے صدقے آپ کی سزا سے اور میں پناہ طلب کرتا ہوں آپ کی رضا کے صدقے آپ کی ناراضگی سے اور میں پناہ طلب کرتا ہوں آپ کے صدقے آپ کی پکڑ سے، آپ کی ذات بزرگی والی ہے، میں آپ کی تعریف کا حق اَدا نہیں کر سکتا آپ تو ایسے ہی ہیں جیسے آپ نے خود اپنی تعریف کی ہے۔''

صبح کو میں نے آپ سے اِن دُعاؤں کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ اِن دُعاؤں کو یاد کرلو اور دُوسروں کو بھی اِن کی تعلیم دو کیونکہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے یہ دُعائیں سکھائیں اور کہا کہ سجدہ میں یہ مکرر سہ کرر پڑھی جائیں''۔ (ماثبت بالسنۃ ص ۱۷۳)

اصلاحی مقالات سلسلہ نمبر۳

توبہ کرنے کا حکم اور توبہ کا طریقہ

﴿ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ ﴾

✿✿✿

عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْاَغَرَّ وَکَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ یُحَدِّثُ ابْنَ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یٰاَیُّھَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ فَاِنِّیْ اَتُوْبُ فِی الْیَوْمِ اِلَیْہِ مِائَةَ مَرَّةٍ .(مسلم شریف کتاب الذکر و الدعاء والتوبة و الاستغفار رقم الحدیث ۲۷۰۲)

''حضرت اَغرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو ! اللہ کے حضور توبہ کرو کیونکہ میں روزانہ سو مرتبہ اللہ کے حضور توبہ کرتا ہوں۔''

اس حدیث مبارک میں حضور اقدس ﷺ نے توبہ کی طرف توجہ دلائی ہے چونکہ نفس وشیطان کے تقاضے پر لوگ گناہ کر بیٹھتے ہیں اس لیے توبہ کرتے رہنا از حد ضروری ہے یہ اللہ جل شانہ کا انعام ہے کہ اُس نے یہ قانون نہیں بنایا کہ گناہ پر ضرور ہی عذاب ہو بلکہ جو شخص اللہ سے معافی مانگے اور اُس کے حضور میں توبہ کرے جو سچے دل سے ہو تو اللہ جل شانہ اُس کو معاف فرما دیتے ہیں اور توبہ قبول فرما لیتے ہیں قرآنِ مجید میں ارشاد ہے :

﴿ وَھُوَالَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِہٖ وَیَعْفُوْا عَنِ السَّیِّئَاتِ وَ یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ وَیَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ یَزِیْدُھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ وَالْکٰفِرُوْنَ لَھُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ﴾ (سُورة شوریٰ : ۲۶،۲۵)

''اور وہ ایسا ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور وہ تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ اُس کو جانتا ہے اور اُن لوگوں کی عبادت قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ دیتا ہے اور جو لوگ کفر کر رہے ہیں اُن کے لیے سخت عذاب ہے۔''

سورۂ نور میں توبہ کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا :

﴿ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ (سُورۂ نور : ۳۱)

''اور مسلمانو ! تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

سورۂ تحریم کے آخری رکوع میں ارشاد فرمایا :

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ يُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِىَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ﴾(سُورہ تحریم : ۸)

''اے ایمان والو ! تم اللہ کے آگے سچی توبہ کرو کہ تمہارا رب تمہارے گناہ معاف کردے گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جس دن کہ اللہ تعالیٰ نبی کو اور جو مسلمان اُن کے ساتھ ہیں اُن کو رُسوا نہ کرے گا۔''

ان کے علاوہ متعدد آیات میں توبہ کا حکم اور توبہ کرنے والوں کی تعریف مذکور ہے، گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ، تعداد میں زیادہ ہوں یا کم سب زہر ہیں اسی لیے ضروری ہے کہ جیسے ہی کوئی گناہ ہوجائے سچے دل سے توبہ کی جائے، صغیرہ گناہ تو نیکیوں کے ذریعہ بھی معاف ہوتے رہتے ہیں لیکن کبیرہ تو صرف توبہ ہی سے معاف ہوتے ہیں، یوں تو اللہ کو سب اختیار ہے کہ بغیر توبہ بھی سب معاف فرمادے لیکن یقینی طور پر معاف ہونے کے لیے توبہ کرنا لازم ہے، جب سچے دل سے توبہ کے طریقہ کے مطابق توبہ کرلی جائے تو ضرور قبول ہوتی ہے اور یہ سمجھ لینا چاہیے کہ صرف زبان سے توبہ توبہ کرنے سے توبہ نہیں ہوتی، توبہ تین چیزوں کا نام ہے :

اوّل : جو گناہ ہوچکا اُس پر نہایت سچے دل سے شرمندہ پشیمان اور نادم ہونا، اپنی حقیر ذات کو دیکھنا اور اللہ جل شانہ جو اَحکم الحاکمین ہیں اور ساری کائنات کے خالق و مالک ہیں اُن کی ذات رفیع کی طرف نظر کرنا کہ ہائے ہائے مجھ جیسے حقیر اور ذلیل سے ایسی ذات پاک کی نافرمانی ہوگئی جو سب سے بڑا ہے اور سب کو پیدا کرنے والا ہے۔

دوم : نہایت پختہ عزم کے ساتھ یہ طے کر لینا کہ اب آئندہ کبھی بھی کوئی گناہ نہیں کروں گا۔

سوم : جو چیزیں حقوق اللہ میں سے یا حقوق العباد میں سے قابلِ تلافی ہوں اُن کی تلافی کرنا اور یہ بات بہت اہم ہے بہت سے لوگ توبہ کرتے ہیں لیکن اس تیسرے جزو کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

حقوق اللہ کی تلافی :

حقوق اللہ کی تلافی کا مطلب یہ ہے کہ بالغ ہونے کے بعد سے جن فرائض کو ترک کیا ہو اور جن واجبات کو چھوڑا ہو اُن کی ادائیگی کرے مثلاً حساب لگائے کہ جب سے میں بالغ ہوا میری کتنی نمازیں چھوٹی ہوئی ہیں اُن نمازوں کا اس قدر اندازہ لگائے کہ دل گواہی دیدے کہ اِس سے زیادہ نہیں ہوں گی پھر اُن نمازوں کی قضاء پڑھے، قضاء نماز کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں ہے بس یہ دیکھ لے کہ سورج نکلتا چھپتا نہ ہو اور زوال کا وقت نہ ہو، سورج نکل کر جب ایک نیزہ بلند ہو جائے تو قضا نمازیں اور نوافل سب پڑھنا جائز ہو جاتا ہے اور نمازِ فجر کے بعد اور نمازِ عصر کے بعد قضاء پڑھنا درست ہے البتہ جب سورج غروب ہونے سے پہلے آفتاب میں زردی آجائے تو اُس وقت قضا نہ پڑھے۔

ہر ایک دن کی پانچ فرض نمازیں اور تین رکعت نماز وتر یعنی کل بیس رکعت بطورِ قضا پڑھ لے اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ لمبے سفر میں (جو کم از کم اڑتالیس میل کا ہو) جو دو رکعت والی نمازیں قضاء ہوئی ہوں اُن کی قضا دو ہی رکعت ہے جیسا کہ سفر میں دو ہی رکعت واجب تھیں اگرچہ گھر میں ادا کر رہا ہو۔

اور یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ ضروری نہیں کہ جو نمازیں قضاء ہوئی ہوں تعداد میں سب برابر ہوں کیونکہ بعض لوگ نمازیں پڑھتے بھی رہتے ہیں چھوڑتے بھی رہتے ہیں، بہت سے لوگ سفر میں نماز نہیں پڑھتے عام حالات میں پڑھ لیتے ہیں اور بہت سے لوگ مرض میں نماز چھوڑ بیٹھتے ہیں، کچھ لوگوں کی فجر کی نماز زیادہ قضا ہو جاتی ہے، کچھ لوگ عصر کی نمازیں زیادہ قضاء کر دیتے ہیں پس جو نماز جس قدر قضاء ہوں اُس کا زیادہ سے زیادہ اندازہ لگا کر وہ نماز پڑھ لی جائے۔

عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ ظہر کی قضاء نماز ظہر ہی میں پڑھی جائے اور عصر کی نماز عصر ہی میں

پڑھی جائے یہ درست نہیں ہے جس وقت کی جس وقت چاہیں ادا کر سکتے ہیں اور ایک دن میں کئی کئی دن کی نمازیں بھی ادا ہو سکتی ہیں، اگر قضاء نمازیں پانچ سے زیادہ ہو جائیں تو ترتیب واجب نہیں رہتی جون سی نماز پہلے پڑھ لی جائے درست ہو جائے گی مثلاً اگر عصر کی نماز پہلے پڑھ لی اور ظہر کی بعد میں پڑھی تو اس طرح بھی ادائیگی ہو جائے گی۔

بہت سے لوگ نفلوں کا اہتمام کرتے ہیں اور برس ہا برس کی قضاء نمازیں ان کے ذمہ ہیں اُن کو ادا نہیں کرتے یہ بہت بڑی بھول ہے، نفلوں اور غیر مؤکدہ سنتوں کی جگہ بھی قضا نمازیں ہی پڑھ لیا کریں اور ان کے علاوہ بھی قضاء نمازوں کے لیے وقت نکالیں، اگر پوری قضا نمازوں کے ادا کیے بغیر موت آ گئی تو مواخذہ کا سخت خطرہ ہے۔

جب نمازوں کی تعداد کا بہت احتیاط کے ساتھ اندازہ لگا لیا تو چونکہ ہر نماز کثیر تعداد میں ہے اور دن تاریخ یاد نہیں اس لیے حضراتِ فقہاء کرام نے آسانی کے لیے یہ طریقہ بتایا ہے کہ جب بھی کوئی نماز پڑھنے لگے تو یوں نیت کر لیا کرے کہ میرے ذمہ مثلاً ظہر کی جو سب سے پہلی فرض نماز ہے اس کو اللہ کے لیے ادا کرتا ہوں، جب بھی نمازِ ظہر ادا کرنے لگے اسی طرح نیت کر لیا کرے اور دیگر نمازوں میں بھی اسی طرح نیت کرے ایسا کرنے سے ترتیب قائم رہے گی کیونکہ اگر کسی کے ذمہ ظہر کی ایک ہزار نمازیں قضاء تھیں تو ہزارویں نماز (ابتدا کی جانب) سب سے پہلی نماز تھی اور اس کے پڑھنے کے بعد اس کے بعد والی سب سے پہلی ہوگی اور جب تیسری بھی پڑھ لی جائے گی تو اس کے بعد والی سب سے پہلے ہوگی، اس کو خوب سمجھ لو۔

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جمعۃ الوداع یا کسی اور دن یا رات میں قضاءِ عمری کے نام سے دو رکعت پڑھنے سے سب چھوٹی ہوئی نمازیں ادا ہو جاتی ہیں یہ بالکل غلط ہے۔

زکوۃ کی ادائیگی :

اسی طرح زکوۃ کے بارے میں خوب غور کریں کہ مجھ پر زکوۃ فرض ہے یا نہیں ؟ اور اگر

فرض ہوئی ہے تو ہر سال پوری ادا ہوئی ہے یا نہیں ؟ جتنے سال کی زکوۃ بالکل ہی نہ دی ہو یا کچھ دی ہو اور کچھ نہ دی ہو اُن سب کا اس طرح اندازہ لگائے کہ دل گواہی دیدے کہ اِس سے زیادہ مالِ زکوۃ کی ادائیگی مجھ پر واجب نہیں ہے پھر اسی قدر مالِ زکوۃ مستحقینِ زکوۃ کو دیدے خواہ ایک کو ہی دیدے خواہ تھوڑا تھوڑا کر کے دیدے، اگر مقدور ہو تو جلد سے جلد سب کی ادائیگی کر دے ورنہ جس قدر ممکن ہو ادا کرتا رہے اور پختہ نیت رکھے کہ پوری ادائیگی زندگی میں ضرور کروں گا اور جب بھی مال میسر آجائے ادائیگی میں کوتاہی نہ کرے اور دیر نہ لگائے۔

صدقہ فطر :

صدقہ فطر بھی واجب ہے اور جو کوئی شے نذر مان لے تو وہ بھی واجب ہو جاتا ہے ان میں سے جس کی ادائیگی نہ کی ہو اُس کی ادائیگی کرے۔

واضح رہے کہ گناہ کی نذر ماننا گناہ ہے اور اس کا پورا کرنا بھی گناہ ہے اگر ایسا کوئی واقعہ ہو تو علماء سے اُس کا حکم معلوم کرلیں۔

روزوں کی قضاء :

اسی طرح روزوں کا حساب کرے کہ بالغ ہونے کے بعد فرض روزے جو چھوڑے ہیں یا سفر یا مرض کی وجہ سے چھوڑے ہیں اُن سب روزوں کا حساب کر کے سب کی قضاء رکھے (قضاء رکھنے کے مسائل علماء سے معلوم کرلیں) عورتوں کے ساتھ ہر مہینے والی مجبوری لگی ہے اس مجبوری کے زمانہ کو عام طور سے ماہواری کے دن کہتے ہیں ان دنوں میں شرعاً نماز پڑھنا روزہ رکھنا جائز نہیں ہے، شریعت نے ان دنوں کی نمازیں بالکل ہی معاف کردی ہیں لیکن ان دنوں میں فرض روزے جو چھوڑ دیے جاتے ہیں بعد میں اُن کی قضاء رکھنا فرض ہے لیکن بہت سی عورتیں اس میں کمزوری دکھاتی ہیں اور بعد میں مذکورہ روزوں کی قضاء نہیں رکھتیں جس کی وجہ سے بہت سی عورتوں پر کئی کئی سال کے روزوں کی قضا لازم ہو جاتی ہے، خوب صحیح اندازہ کر کے جس سے یقین ہو جائے کہ زیادہ سے زیادہ اتنے روزے ہوں گے

اُن سب کی قضا رکھ لیں، بالغ ہونے کے بعد سے اب تک جتنے بھی روزے فرض خواہ کسی بھی وجہ سے رہ گئے ہوں سب کی قضاء رکھے، مرد ہو یا عورت سب پر اِن کی ادائیگی لازم ہے۔

حج بیت اللہ کی ادائیگی :

حج بھی بہت سے مردوں اور عورتوں پر فرض ہو جاتا ہے لیکن حج نہیں کرتے جن پر حج فرض ہو یا پہلے کبھی ہو چکا تھا اور مال کو دوسرے کاموں میں لگا دیا وہ حج کرنے کی فکر کریں جس طرح ممکن ہو اس فریضے کا بوجھ اپنے ذمہ سے ساقط کر دیں۔

اگر کسی پر حج فرض ہو اور اُس نے حج نہیں کیا اور اتنی زیادہ عمر ہو گئی کہ سخت مرض یا بہت زیادہ بڑھاپے کی وجہ سے حج کے سفر سے عاجز ہو اور موت تک سفر کے قابل ہونے کی اُمید نہ ہو تو ایسا شخص کسی کو بھیج کر اپنی طرف سے حج بدل کرا دے، اگر زندگی میں نہ کرا سکے تو وارثوں کو وصیت کر دے کہ اُس کے مال سے حج کرائیں لیکن اصولِ شریعت کے مطابق وصیت صرف ایک تہائی مال میں جاری ہو سکتی ہے ہاں اگر بالغ ورثا اپنے حصہ میں سے بخوشی مزید دینا گوارہ کریں تو ان کو اختیار ہے۔

(جاری ہے)

ماہنامہ اَنوار مدینہ لاہور میں اِشتہار دے کر آپ اپنے کاروبار کی تشہیر
اور دینی اِدارہ کا تعاون ایک ساتھ کر سکتے ہیں !

نرخ نامہ

بیرون ٹائٹل مکمل صفحہ	2000		اندرون رسالہ مکمل صفحہ	1000
اندرون ٹائٹل مکمل صفحہ	1500		اندرون رسالہ نصف صفحہ	500

قسط : ۷

فضائلِ مسجد

حضرت مولانا صدرالدین صاحب انصاری ، انڈیا
تلمیذ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ

مسجد میں علم و ذکر کی مجلسیں :

(۱۳) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ ......وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِیْ بُیُوْتِ اللّٰہِ یَتْلُوْنَ کِتَابَ اللّٰہِ وَیَتَدَارَسُوْنَہٗ بَیْنَھُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَیْھِمُ السَّکِیْنَۃُ وَغَشِیَتْھُمُ الرَّحْمَۃُ وَحَفَّتْھُمُ الْمَلٰئِکَۃُ وَذَکَرَھُمُ اللّٰہُ فِیْمَنْ عِنْدَہٗ .[1]

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا......... جب کوئی جماعت خدا کے کسی گھر میں جمع ہو کر اللہ کی کتاب پڑھتی پڑھاتی ہے تو اُس پر اللہ کی طرف سے اطمینانِ قلب نازل ہوتا ہے اور اللہ کی رحمت اُس کو ڈھانپ لیتی ہے فرشتے ان کو گھیر لیتے اور اللہ ان کو لوگوں کا ذکر ان میں کرتا ہے جو اُس کے پاس ہیں۔''

یہ ایک طویل حدیث کا حصہ ہے اس سے مسجد میں لوگوں کے جمع ہو کر اللہ کی کتاب پڑھنے پڑھانے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے اب اس کے ساتھ وہ ثواب لگائیے جو ہر شخص کو فرداً فرداً بھی ملتا ہے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ قرآنِ مجید کی ایک آیت سننے والے کو دس نیکیاں ملتی ہیں اور پڑھنے والے کے واسطے قیامت میں نور مقرر کیا جائے گا۔ مسجد تو درحقیقت اصل دینی درسگاہ ہے اس مرکز کو صرف نماز کی ظاہری صورت کے لیے مخصوص کر دینے سے اصل مقصد کے فوت ہو جانے کا خطرہ ہے مگر مسجد میں تعلیم و تعلّم کی فضیلت کے ساتھ یہ بات بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ مسجد کو بچوں کا

---

[1] مشکوۃ شریف کتاب العلم رقم الحدیث ۲۰۴

مکتب بنانا یا ایسے جلسے کرنا جن سے مسجد کی بے حرمتی ہو باعثِ ثواب نہیں بلکہ بہت بری بات ہے فقہاء نے لکھا ہے کہ بچوں کو اُجرت لے کر مسجد میں پڑھانا جائز نہیں البتہ بلا اُجرت محض ثواب کے لیے بعض فقہاء نے اجازت دی ہے وہ بھی جبکہ مسجد کی بے حرمتی کا خطرہ نہ ہو اور بچوں کی موجودگی میں اس کا لحاظ تقریبًا ناممکن ہے اس لیے مسجد سے جو سہ دریاں کمرے وغیرہ ہوں اُن ہی میں مکتب رکھنا چاہیے۔

مسجد میں جس علم و تعلیم کی ترغیب ہے وہ جوان اور باشعور آدمیوں کے لیے ہے وہ بھی پورے آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔

(۱۴) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٌ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ بِمَجْلِسَيْنِ فِیْ مَسْجِدِهٖ فَقَالَ : كِلَاهُمَا عَلٰى خَيْرٍ وَاَحَدُهُمَا اَفْضَلُ مِنْ صَاحِبِهٖ اَمَّا هٰؤُلَآءِ فَيَدْعُوْنَ اللّٰهَ وَيَرْغَبُوْنَ اِلَيْهِ فَاِنْ شَآءَ اَعْطَاهُمْ وَاِنْ شَآءَ مَنَعَهُمْ وَ اَمَّا هٰؤُلَآءِ فَيَتَعَلَّمُوْنَ الْفِقْهَ اَوِالْعِلْمَ وَيُعَلِّمُوْنَ الْجَاهِلَ فَهُمْ اَفْضَلُ وَاِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا ثُمَّ جَلَسَ فِيْهِمْ . ۱؎

''حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ کا ایسی دو مجلسوں پر گزر ہوا جو آپ کی مسجد میں ہو رہی تھیں آپ نے فرمایا دونوں بھلائی پر ہیں لیکن ایک اِن میں افضل ہے (کیونکہ یہ لوگ تو اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے ہیں اس کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اِن کو دے اور اگر نہ چاہے تو نہ دے اور یہ دوسری جماعت فقہ یا علم دین حاصل کر رہی ہیں) یہ لوگ جاہلوں کو علمِ دین سکھا رہے ہیں اس لیے یہ لوگ بہتر ہیں اور میں تو معلم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں (حضور اقدس ﷺ یہ ارشاد فرما کر) خود اِس علم والی مجلس میں بیٹھ گئے۔''

اس حدیث سے علمِ دین حاصل کرنے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے، علم کی ترغیب میں اور بھی بہت سی روایات ہیں اس حدیث میں حضور ﷺ کا صریح ارشاد ہے کہ میں سکھانے والا ہی تو بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

۱؎ مشکوۃ شریف کتاب العلم رقم الحدیث ۲۵۷

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ بنانے کے وقت اللہ سے دُعا کی تھی کہ ''اے پروردگار ہماری اولاد میں ایسی جماعت پیدا کیجئے جو آپ کی فرمانبردار ہو'' اُسی دعا میں یہ بھی ہے :

﴿ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴾ (سُورۃ البقرۃ : ۱۲۹)

''اے ہمارے پروردگار اور اس جماعت کے اندر اِن میں ایک ایسا پیغمبر بھی بھیجئے جو اِن لوگوں کو آپ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کرے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھائے اور ان کو پاک کردے، بلاشبہ آپ ہی ہیں غالب القدرت، کامل الانتقام۔''

حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری آمد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی دعا کا ظہور ہے اور حقیقت یہ ہے کہ آپ سے بڑا معلم کوئی نہیں ہوسکتا آپ نے اللہ کی بتائی ہوئی تعلیمات کو نہایت محنت کے ساتھ لوگوں کو سکھایا اللہ تعالیٰ ہم کو ہر ہر عمل میں آپ کی پیروری کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ (جاری ہے)

انس دواخانہ

مولانا حکیم سعید احمد صاحب، فاضل جامعہ مدنیہ جدید

فاضل طب نیشنل کونسل پاکستان طبیہ کالج فیصل آباد

معروف معالج کینسر، ہیپاٹائیٹس، شوگر، رسولی

ہمارے ہاں تمام امراض کا شافی علاج کیا جاتا ہے

جامعہ فاروقِ اعظمؓ بالمقابل اعظم گیس ایجنسی پنڈ چھچھوالہ مانگا روڈ رائیونڈ

رابطہ نمبر : 0333 - 0413204 0306 - 0658450

اوقات : صبح 8 بجے تا دوپہر 1 بجے

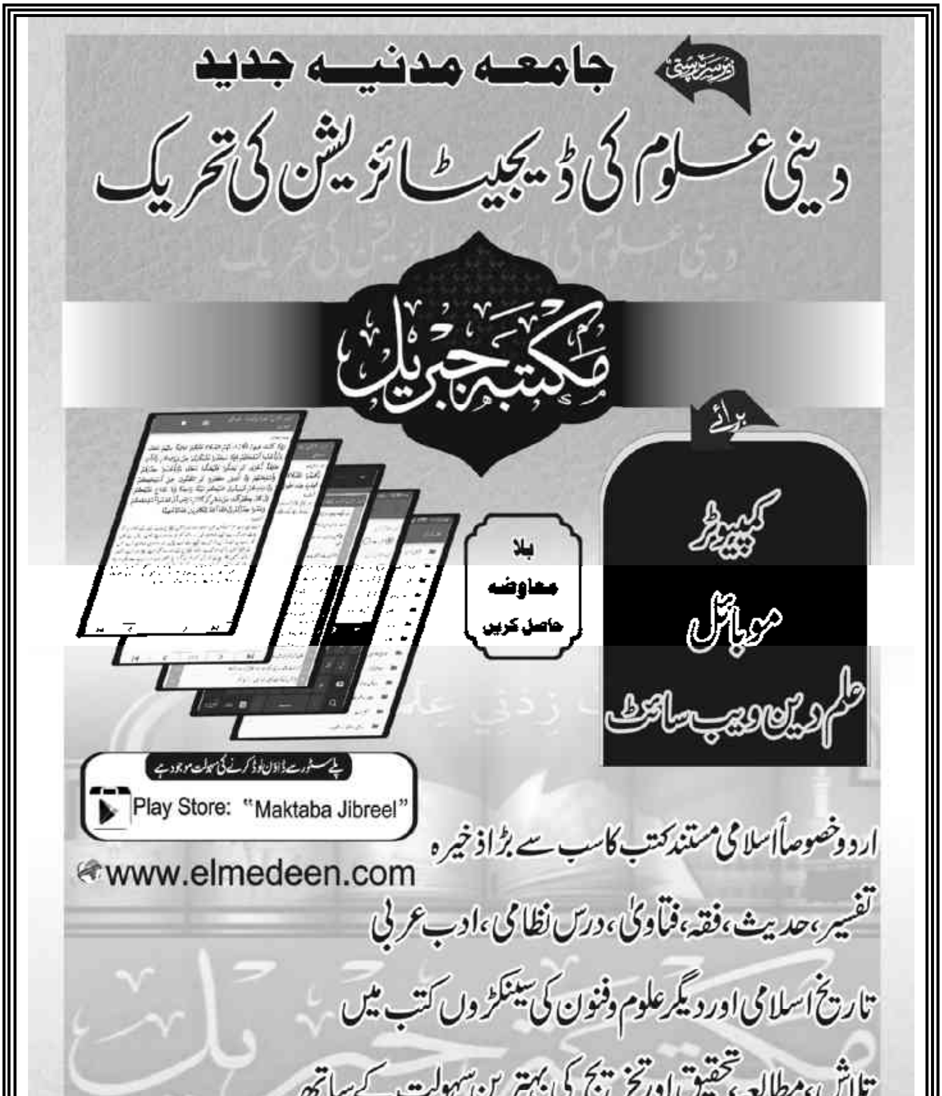
زیرِ سرپرستی
جامعہ مدنیہ جدید
دینی علوم کی ڈیجیٹائزیشن کی تحریک
مکتبہ جبریل
برائے
کمپیوٹر
موبائل
علم دین ویب سائٹ
بلا
معاوضہ
حاصل کریں
پلے سٹور سے ڈاؤن لوڈ کرنے کی سہولت موجود ہے
Play Store: "Maktaba Jibreel"
اردو خصوصاً اسلامی مستند کتب کا سب سے بڑا ذخیرہ
www.elmedeen.com
تفسیر، حدیث، فقہ، فتاوٰی، درس نظامی، ادب عربی
تاریخ اسلامی اور دیگر علوم وفنون کی سینکڑوں کتب میں
تلاش، مطالعہ، تحقیق اور تخریج کی بہترین سہولت کے ساتھ
مرکزی دفتر
جامعہ مدنیہ جدید
الحامد کمپیوٹر لیب محمد آباد 19 کلو میٹر
رائیونڈ روڈ لاہور
+92-42-35399051
maktabajibreel@gmail.com

قسط : ۷

موت کی یاد

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری، انڈیا ﴾

آدمی کو اپنی موت اور اُس کے بعد پیش آنے والے برزخی و اُخروی حالات و آثار اور مناظر کا ہر وقت استحضار رکھنا چاہیے۔ واقعہ یہ ہے کہ موت کے استحضار سے عبادت کی طرف رغبت، گناہوں سے ہر ممکن اجتناب کا جذبہ اور دنیا کی زندگی سے بے رغبتی جیسی اعلیٰ صفات وجود میں آتی ہیں، موت ایک ایسی حقیقت ہے جس سے انکار کسی کے لیے ممکن نہیں، دنیا میں ہر نظریہ کے متعلق اختلاف موجود ہے حتی کہ خدا اور رسول اور نظامِ کائنات کے بارے میں مختلف مذاہب کی الگ الگ رائیں پائی جاتی ہیں مگر موت وہ اٹل حقیقت ہے جس کے متعلق دنیا میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا، ہر شخص یہ جانتا اور مانتا ہے کہ ایک دن اُس کی دنیوی زندگی کا تسلسل یقیناً ختم ہو کر رہے گا اور جب اُس کا وقت آئے گا تو دنیا کی کوئی طاقت اور اعلیٰ سے اعلیٰ سائنسی اسباب و وسائل موت کے منہ سے نہ بچا سکیں گے۔

قرآنِ کریم میں کئی جگہ ارشاد فرمایا گیا :

﴿ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴾ [1]

''سو جس وقت ان کی میعاد معین آجائے گی اُس وقت ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔''

اور ایک جگہ ارشاد فرمایا :

﴿ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ﴾ [2]

''تم چاہے کہیں بھی ہو وہاں ہی موت تم کو آدباوے گی اگرچہ تم قلعی چونے کے قلعہ ہی میں ہو۔''

---

[1] سُورۃ الاعراف : ۳۴ [2] سُورۃ النساء : ۷۸

لیکن اس کے بالمقابل یہ بھی ایک عجیب حقیقت ہے کہ موت جتنی زیادہ یقینی ہے اُتنی ہی لوگوں میں اس سے غفلت اور عدم توجہی پائی جاتی ہے حتی کہ مجلسوں میں موت کا ذکر تک ناپسند کیا جاتا ہے بالخصوص خوشی کی تقریبات میں اگر بالقصد موت کا تذکرہ کردیا جائے تو ناک بھویں چڑھ جاتی ہیں گویا کسی اَن ہونی بات کو چھیڑ دیا گیا ہو، یہ غفلت ایمانی تقاضے کے بالکل برخلاف ہے مومن کو تو کثرت سے موت کو یاد رکھنا چاہیے اور حتی الامکان آخرت کی تیاری کے لیے ہر وقت فکر مند رہنا چاہیے قرآنِ کریم کی سینکڑوں آیتوں میں موت، حشرونشر اور جنت وجہنم کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے اور حضراتِ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا اہم ترین مقصد یہ ہے کہ انسان کو اُس کے ''اصلی اور دائمی وطن'' سے آگاہ کرکے وہاں کی دائمی نعمتوں کا اُسے مستحق بنادیا جائے۔

موت کی یاد کا حکم :

اسی بناپر آنحضرت ﷺ نے اپنی اُمت کو کثرت سے موت کو پیش ِنظر رکھنے کا حکم دیا ہے :

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا :

اَکْثِرُوْ ذِکْرَ ھَاذِمِ اللَّذَّاتِ فَاِنَّہٗ مَا ذَکَرَہٗ اَحَدٌ فِیْ ضَیْقٍ مِّنَ الْعَیْشِ اِلَّا وَسَعَہٗ عَلَیْہِ وَلَا فِیْ سَعَۃٍ اِلَّا ضَیَّقَہٗ عَلَیْہِ. (رواہ البزار، شرح الصدور للسیوطی ۴۸)

''لذتوں کو توڑنے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو اس لیے کہ جو بھی اسے تنگی کے زمانہ میں یاد کرے گا تو اُس پر وسعت ہوگی (یعنی اُس کو طبعی سکون حاصل ہوگا کہ موت کی سختی کے مقابلہ میں ہر سختی آسان ہے) اور اگر عافیت اور خوشحالی میں موت کو یاد کرے گا تو یہ اُس پر تنگی کا باعث ہوگا (یعنی موت کی یاد کی وجہ سے وہ خوشی کے زمانہ میں آخرت سے غافل ہوکر گناہوں کے ارتکاب سے بچا رہے گا)۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ موت کی یاد ہر حال میں نفع بخش ہے، مصیبت کے وقت اس کو یاد کرنے سے مصیبت آسان ہوجاتی ہے اسی لیے قرآنِ کریم میں صبر کرنے والوں کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ ''یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

یعنی ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ اسی طرح جب خوشحالی اور عافیت کے وقت موت کو یاد کیا جاتا ہے تو اس کی وجہ سے آدمی بہت سے اُن گناہوں سے محفوظ ہو جاتا ہے جن کا داعیہ عمومًا خوشحالی کے زمانہ میں قوت کے ساتھ اُبھرتا ہے اسی لیے حدیثِ بالا میں موت کو لذت توڑنے والی چیز قرار دیا گیا ہے۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ ایمان والوں میں کون سا شخص سب سے زیادہ عقلمند ہے، آپ نے فرمایا :

اَکْثَرُھُمْ لِلْمَوْتِ ذِکْرًا وَاَحْسَنُھُمْ لِمَا بَعْدَہٗ اِسْتِعْدَادًا اُولٰئِکَ الْاَکْیَاسُ .[1]

''ان میں جو سب سے زیادہ موت کو یاد کرنے والا ہو اور موت کے بعد کے لیے جو سب سے عمدہ تیاری کرنے والا ہو، ایسے ہی لوگ سب سے زیادہ عقلمند ہیں۔''

(۳) حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا :

اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَہٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَہٗ ھَوَاھَا وَتَمَنّٰی عَلَی اللّٰہِ .[2]

''عقلمند آدمی وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے اور مرنے کے بعد کے لیے عمل کرے جبکہ عاجز اور درماندہ آدمی وہ ہے جو اپنے آپ کو اپنی خواہش کے تابع بنالے اور پھر اللہ تعالیٰ سے اُمیدیں باندھے۔''

آج کل عقلمند اُسے سمجھا جاتا ہے جو دنیا کمانے اور کاروبار کرنے میں سبقت لے جائے خواہ اُس کے پاس آخرت کے لیے کوئی بھی عمل نہ ہو اور جو شخص اپنی زندگی آخرت کی تیاری میں لگائے، مال کے حصول میں حلال و حرام کی تمیز رکھے اور ہر مرحلے پر شریعت کو ملحوظ رکھے تو لوگ اُسے بے چارہ اور عاجز قرار دیتے ہیں، ایسے شخص کو طرح طرح کے طعنے سننے پڑتے ہیں لیکن مذکرہ احادیث میں جناب رسول اللہ ﷺ نے عقلمندی کا جو معیار بتلایا ہے وہ لوگوں کے نظریہ سے بالکل الگ ہے حضور اکرم ﷺ

---

[1] رواہ ابن ماجہ ۳۲۴ شرح الصدور ۴۳ [2] رواہ الترمذی ج ۲ ص ۷۲

کی نظر میں قابلِ تعریف شخص وہی ہے جو موت کو یاد کرنے والا اور اُس کے لیے تیاری کرنے والا ہو چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ آنحضرت ﷺ کے سامنے کسی شخص کی تعریف بیان کی گئی تو آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ موت کو یاد کرنے میں اُس کا حال کیا ہے ؟ لوگوں نے عرض کیا کہ ہم نے اس سے موت کا زیادہ ذکر نہیں سنا پھر آپ نے پوچھا کہ وہ اپنی خواہشات کو چھوڑتا ہے یا نہیں ؟ اِس پر لوگوں نے عرض کیا کہ وہ دنیا سے حسبِ خواہشات فائدہ اُٹھاتا ہے، یہ سن کر جنابِ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ آدمی اس تعریف کا مستحق نہیں ہے جو تم اس کے متعلق کر رہے ہو۔ (کتاب الزہد ص ۹۰)

بہر حال دانشمند، دُور اندیش اور عقلمند وہی شخص ہے جو ہمیشہ دائمی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے کوشاں رہے اور اِس چند روزہ زندگی میں پڑ کر ہمیشہ کے عذاب کو مول نہ لے۔

(۴) حضرت وضین ابن عطاؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جب لوگوں میں موت سے غفلت کا احساس فرماتے تو آپ حجرہ مبارکہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر تین مرتبہ پکار کر درجِ ذیل کلمات ارشاد فرماتے تھے :

یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ ! یَا اَھْلَ الْاِسْلَامِ ! اَتَتْکُمُ الْمَوْتُ رَاتِبَةٌ لَازِمَةٌ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَاجَاءَ بِهٖ جَاءَ بِالرَّوْحِ وَالرَّاحَةِ وَالْکَثْرَةِ الْمُبَارَکَةِ لِاَوْلِیَاءِ الرَّحْمٰنِ مِنْ اَھْلِ دَارِ الْخُلُوْدِ الَّذِیْنَ کَانَ سَعْیُھُمْ وَرَغْبَتُھُمْ لَھَا اَلَا اِنَّ لِکُلِّ سَاعٍ غَایَةً وَغَایَةُ کُلِّ سَاعٍ الْمَوْتُ سَابِقٌ وَّمَسْبُوْقٌ. (رواہ البیھقی شرح الصدور ۴۴)

''اے لوگو ! اے اہلِ اسلام تمہارے پاس ضرور بالضرور مقررہ وقت میں موت آنے والی ہے، موت اپنے ساتھ اُن چیزوں کو لائے گی جن کو وہ لاتی ہے وہ رحمن کے مقرب بندوں کے لیے جو جنتی ہیں اور جنہوں نے اس کے لیے کوشش اور اس کی رغبت کی ہے عافیت، راحت اور بہت سی مبارک نعمتیں لے کر آئے گی، خبردار ہو جاؤ ! ہر محنت کرنے والے کی ایک انتہا ہے اور وہ انتہا ''موت'' ہے پہلے آئے یا بعد میں۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مومن کے لیے موت کو یاد کرنا کوئی خلافِ طبع بات نہیں ہے کیونکہ اُسے یقین ہے کہ اُس کے اعمالِ صالحہ کی بدولت اسے آخرت میں بہترین دائمی نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا، موت سے تو وہ پہلو تہی کرے جسے آخرت میں اپنی تہی دامنی کا یقین ہو، قرآنِ کریم میں کئی جگہ ذکر کیا گیا ہے کہ اہلِ کتاب اپنے کو اللہ کا مقرب اور جنت کا اوّلین مستحق قرار دیتے تھے قرآن کریم نے اُن کے دعوی کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تمہارا دعوی سچا ہے تو تمہیں جلد سے جلد موت کی تمنا کرنی چاہیے تاکہ اپنے اصل ٹھکانے پر پہنچ کر نعمتوں سے فائدہ اُٹھاؤ لیکن اہلِ کتاب نے نہ کبھی تمنا کی نہ کریں گے اور ہمیشہ موت سے بچنے کی کوشش کرتے رہیں گے جو اِس بات کی دلیل ہے کہ انہیں آخرت میں اپنی محرومی کا پورا یقین ہے، سچے مومن کی شان اِن کے بالکل برخلاف ہے اُس کے لیے تو موت کا ذکر وصلِ محبوب کی لذت عطا کرتا ہے چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ ''کیا میں تمہیں یہ نہ بتلاؤں کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے سب سے پہلے کیا بات کرے گا اور تم اُس کو کیا جواب دو گے ؟ ہم نے عرض کیا جی ہاں یارسول اللہ ضرور بتلائیے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مومنین سے فرمائے گا کہ کیا تمہیں مجھ سے ملاقات پسند تھی، مومنین عرض کریں گے کہ ہاں ہمارے رب ! تو اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ کیوں ؟ تو اہلِ ایمان عرض کریں گے ہمیں آپ کی مغفرت اور معافی کی اُمید تھی تو اللہ فرمائے گا میری مغفرت تمہارے لیے واجب ہوگئی۔'' (کتاب الزہد ص ۹۴)۔

(جاری ہے)

قادیانی سربراہ مرزا مسرور احمد کے نام کھلا خط

از حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہم

جناب مرزا مسرور احمد صاحب سربراہ قادیانی جماعت، مقیم برطانیہ

سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی !

گزارش ہے کہ ایمنسٹی انٹرنیشنل نے اس سال پھر اپنی سالانہ رپورٹ میں پاکستان میں قادیانی جماعت کے مبینہ انسانی حقوق کی پامالی کا ذکر کیا ہے اور متعدد قادیانیوں کے خلاف درج مقدمات کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی قرار دیتے ہوئے حکومتِ پاکستان کو اِس کا ملزم ٹھہرایا ہے، میں اس خط کے ذریعے اسی اہم مسئلہ پر آپ سے مخاطب ہورہا ہوں کیونکہ یہ مسئلہ اِس وقت نہ صرف مسلمانوں اور قادیانیوں کے مابین تنازعہ اور کشیدگی میں شدت کا باعث بنا ہوا ہے بلکہ بین الاقوامی اداروں اور لابیوں کے ہاتھ میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک ہتھیار کی حیثیت اختیار کر گیا ہے اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں آپ کو حقائق و مسلمات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپ سے کوئی ایسا معقول طرزِ عمل اختیار کرنے کی اپیل کی جائے جو اِس کشیدگی میں کمی کا باعث بن سکے اور فریقین اپنی بہترین توانیاں اور صلاحیتیں اس محاذ آرائی پر صرف کرنے کی بجائے انہیں مثبت مقاصد کے لیے استعمال میں لاسکیں۔

جناب مرزا صاحب ! آپ کے دادا مرزا غلام احمد قادیانی نے آج سے ایک صدی قبل نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور نئی وحی کے حوالے سے اپنی تعلیمات پیش کرنے کا آغاز کیا تھا جسے اُمتِ مسلمہ کے تمام علمی و دینی حلقوں نے اسلام کے بنیادی عقیدہ ختمِ نبوت اور اس کی تیرہ سوسالہ اجماعی تعبیر سے انحراف قرار دیتے ہوئے قبول کرنے سے انکار کردیا تھا اور مرزا صاحب اور اُن کے پیروکاروں کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دے کر ان سے مکمل لاتعلقی کا اعلان کیا تھا۔

جبکہ دوسری طرف مرزا صاحب اور اُن کے جانشینوں نے مرزا صاحب پر نازل ہونے والی

مبینہ وحی الٰہی پر ایمان لانے کو ضروری گردانتے ہوئے ایمان نہ لانے والوں یعنی دنیا بھر کے مسلمانوں کو اپنا ہم مذہب تسلیم کرنے سے صاف انکار کر دیا تھا اور اس طرح مسلمان اور قادیانی دونوں فریق اس نکتہ پر متفق ہوگئے تھے کہ دونوں گروہ ایک مذہب کے پیروکار نہیں ہیں بلکہ دونوں کا مذہب الگ الگ ہے اور ان میں مذہبی طور پر کوئی نقطہ اتحاد موجود نہیں ہے، یہ ایک واقعاتی حقیقت ہی نہیں بلکہ مذاہبِ عالم کے درمیان ہزاروں سال سے کارفرما ایک مسلمہ اصول بھی ہے جس کی بنیاد پر مذاہب ہمیشہ سے ایک دوسرے سے الگ شمار ہوتے چلے آرہے ہیں لیکن قادیانی جماعت عملاً اس حقیقت اور اصول پر عمل پیرا ہونے کے باوجود خود کو مسلمان کہلانے پر اصرار کر کے اس اصول کی مسلسل خلاف ورزی کر رہی ہے جو مسلمانوں اور قادیانیوں کے مابین موجودہ تنازعہ اور کشیدگی میں اصل وجہ نزاع ہے۔

قادیانی جماعت کا کہنا ہے کہ چونکہ وہ قرآنِ کریم اور حضرت محمد ﷺ پر ایمان رکھتی ہے اس لیے اسے مسلمان کہلانے کا حق ہے لیکن یہ مؤقف مذاہب عالم کے تاریخی تسلسل میں کسی طور پر بھی قابلِ قبول نہیں ہے، آپ خود تاریخ پر نظر ڈال لیجئے۔

یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور توراۃ پر ایمان رکھتے ہیں جبکہ عیسائی بھی ان دونوں پر ایمان رکھتے ہیں لیکن ان کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور انجیل کو بھی مانتے ہیں اس لیے وہ حضرت موسیٰ اور توراۃ پر ایمان رکھنے کے باوجود یہودی نہیں کہلاتے بلکہ ایک الگ مذہب کے پیروکار شمار ہوتے ہیں۔

اسی طرح مسلمان حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سمیت تمام انبیاء سابقین کی صداقت پر یقین رکھتے ہیں اور توراۃ، زبور اور انجیل سمیت تمام سابقہ کتب وصحائف کو سچا مانتے ہیں لیکن چونکہ وہ ان سب کے بعد حضرت محمد ﷺ کی نبوت اور قرآنِ کریم پر بھی ایمان رکھتے ہیں اس لیے وہ نہ یہودی کہلا سکتے ہیں نہ عیسائی بلکہ ان دونوں سے الگ ایک نئے مذہب کے پیروکار تسلیم کیے جاتے ہیں۔

یہ مذاہبِ عالم کا تاریخی تسلسل ہے جس سے انکار ممکن نہیں ہے اور مسلمانوں کا یہ مؤقف اسی تاریخی تسلسل کا حصہ ہے کہ قادیانی گروہ چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت اور اُن پر نازل ہونے والی

مبینہ وحی پر ایمان رکھتا ہے اور اس پر ایمان کو اپنے مذہب میں شمولیت کی لازمی شرط قرار دیتا ہے اس لیے وہ حضرت محمد ﷺ اور قرآنِ کریم پر ایمان کے دعوے کے باوجود ملتِ اسلامیہ کا حصہ نہیں ہے بلکہ ایک الگ اور نئے مذہب کا پیروکار ہے۔

مذاہبِ عالم کے مسلمہ اصول اور تاریخی تسلسل کے ساتھ ساتھ مختلف مذاہب کے درمیان جداگانہ شناخت اور پہچان کے نقطۂ نظر سے بھی ضروری ہے کہ قادیانی گروہ چونکہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو اپنا ہم مذہب تسلیم نہیں کرتا اس لیے وہ ان سے اپنی شناخت الگ کرے اور الگ نام اختیار کرنے کے علاوہ مذہبی علامات اور اصطلاحات بھی الگ وضع کرے تاکہ دونوں کے درمیان جداگانہ تشخص اور امتیاز قائم ہو جائے اور کوئی فریق دوسرے کے حقوق پر اثر انداز نہ ہو سکے۔

یہی وجہ ہے کہ علمائے اُمت نے قادیانیوں کے بارے میں اس بات سے قطع نظر کہ نبوت کے نئے دعویداروں کے حوالہ سے جنابِ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ وخلفائے راشدین کے طرزِ عمل کی روشنی میں ایک اسلامی حکومت کی ذمہ داری کیا ہے، مفکرِ پاکستان علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ کی تجویز پر صرف اس بات پر قناعت کر لی کہ مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان جداگانہ مذہبی تشخص قائم کر دیا جائے اور قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ ایک نئے مذہب کا پیروکار تسلیم کر لیا جائے چنانچہ پاکستان میں قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دینے اور قانونی طور پر اسلام کا نام اور مسلمانوں کی مذہبی علامات و اصطلاحات کے استعمال سے روک دینے کے اقدامات کیے گئے جنہیں آج قادیانیوں کے انسانی حقوق کی پامالی کا عنوان دے کر ملتِ اسلامیہ اور پاکستان کے خلاف مسلسل مہم چلائی جا رہی ہے۔

جناب مرزا صاحب ! ''انسانی حقوق'' کے حوالے سے بھی دیکھا جائے تو اصل صورتحال اس سے مختلف ہے کیونکہ مذہبی تشخص اور ملی شناخت کے تحفظ کا حق دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کی طرح مسلمانوں کو بھی حاصل ہے اور انہیں مسلمہ طور پر یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی بھی ایسے گروہ کو اپنا نام استعمال نہ کرنے دیں اور اپنی مذہبی اصطلاحات وعلامات کے استعمال سے روکیں جو اِن سے الگ مذہب رکھتا ہے اور وہ اپنا یہ جائز حق استعمال کر کے کسی پر زیادتی نہیں کر رہے اور نہ کسی کا کوئی حق پامال کر رہے ہیں

جبکہ اس کے برعکس قادیانی جماعت اپنے مذہب کو مسلمانوں کے مذہب سے الگ قرار دیتے ہوئے بھی اسلام کا نام اور مسلمانوں کی علامات واصطلاحات کے استعمال پر اصرار کر کے مسلمانوں کی مذہبی شناخت کو مجروح کر رہی ہے اور ان کے جداگانہ مذہبی تشخص کو پامال کر رہی ہے جو دنیا بھر کے ایک ارب سے زائد مسلمانوں کے انسانی حقوق کی صریح خلاف ورزی ہے، قادیانی جماعت کا یہ طرزِ عمل مذاہبِ عالم کے تاریخی تسلسل اور مذاہب کے درمیان فرق و امتیاز کے مسلمہ اصول سے انحراف ہے اور مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان موجودہ تنازعہ اور کشیدگی میں یہی اصل وجہ نزاع ہے۔

اس ضمن میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی جماعت کی دو معاصر تحریکوں کے طرزِ عمل کا بھی حوالہ دیا جائے :

ایک امریکہ کے سیاہ فام لیڈر ایلیج محمد کی تحریک ہے جنہوں نے اسی صدی کے دوران اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا لیکن ساتھ ہی نبوت کا دعوی کر دیا اور نئی مبینہ وحی کے حوالے سے اپنی تعلیمات پیش کیں جنہیں ظاہر ہے کہ مسلمانوں نے مسترد کر دیا، ایلیج محمد کے پیروکاروں کی ایک بڑی تعداد آج بھی موجود ہے۔

لیکن ان کے فرزند جناب وارث دین محمد نے حق کے واضح ہونے کے بعد اپنے باپ کے غلط عقائد سے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہوئے ملتِ اسلامیہ کے اجماعی عقائد کو قبول کرنے اور اُمت کے اجتماعی دھارے میں شامل ہونے کا اعلان کر دیا اور آج وہ امریکہ میں صحیح العقیدہ مسلمانوں کے ایک بڑے گروہ کی قیادت کر رہے ہیں۔

اور دوسری تحریک ایران کے ''بابیوں'' اور ''بہائیوں'' کی ہے جس کے بانی ''محمد علی باب'' اور ''بہاء اللہ'' نے نبوت اور نئی وحی کا دعوی کیا لیکن ساتھ ہی مذاہبِ عالم کے مسلمہ اصول کا احترام کرتے ہوئے اپنا نام اور مذہبی شناخت مسلمانوں سے الگ کر لی اور مسلمان کہلانے یا خود کو مسلمانوں کی صف میں شامل رکھنے پر اصرار نہیں کیا، یہی وجہ ہے کہ مذہب کے بنیادی اختلاف کے باوجود ان کے ساتھ مسلمانوں کا اس طرز کا کوئی تنازعہ موجود نہیں ہے جس طرح کا تنازعہ قادیانیوں کے ساتھ چل رہا ہے

جناب مرزا صاحب ! یہ ایک نظر آنے والی واضح حقیقت ہے کہ مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان موجودہ کشمکش کی اصل وجہ مذاہب کا اختلاف نہیں بلکہ مذہبی اختلاف کے منطقی نتائج کو تسلیم نہ کرنا ہے اور یہ امر واقعہ ہے کہ اسے تسلیم نہ کرنے کی تمام تر ذمہ داری قادیانی جماعت پر عائد ہوتی ہے کیونکہ مسلمانوں کا مؤقف بالکل واضح ہے کہ قادیانی گروہ کا مذہب مسلمانوں کے مذہب سے الگ ہے اس لیے وہ مسلمانوں کا نام اور اصطلاحات استعمال کر کے اشتباہ پیدا نہ کرے اور نہ ہی مسلمانوں کی مذہبی شناخت اور تشخص کو مجروح کرے بلکہ اپنے لیے الگ نام اور علامات و اصطلاحات وضع کر کے اس کشیدگی کے خاتمہ کی طرف قدم بڑھائے۔

ان گزارشات کے ساتھ آنجناب سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ایک غلط اور غیر منطقی مؤقف پر ضد کر کے نہ خود پریشان ہوں اور نہ مسلمانوں کو پریشان کریں بلکہ بہتر بات تو یہ ہے کہ جناب وارث دین محمد کی طرح غلط عقائد سے توبہ کر کے ملتِ اسلامیہ کے اجماعی عقائد کی بنیاد پر اُمتِ مسلمہ کے اجتماعی دھارے میں شامل ہو جائیں، آپ کے اِس حقیقت پسندانہ فیصلہ کا پوری اُمتِ مسلمہ کی طرف سے خیر مقدم کیا جائے گا اور اگر یہ آپ کے مقدر میں نہیں ہے تو ''بابیوں'' اور ''بہائیوں'' کی طرح اپنی مذہبی شناخت مسلمانوں سے الگ کر لیں اور پاکستان کی منتخب پارلیمنٹ کا جمہوری فیصلہ قبول کر کے غیر مسلم اقلیت کا جائز اور منطقی کردار اختیار کر لیں، اس کے سوا کوئی تیسرا راستہ معقولیت اور انصاف کا راستہ نہیں ہے اور نہ ہی آپ مغربی حکومتوں اور لابیوں کے سہارے کسی غلط اور نا معقول مؤقف کو مسلمانوں سے منوا سکتے ہیں۔ مجھے اُمید ہے کہ یہ گزارشات آپ کو مثبت اور صحیح رُخ پر سوچنے کے لیے ضرور آمادہ کر سکیں گی۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی !

(بشکریہ : ماہنامہ نقیبِ ختم نبوت ملتان، مارچ ٢٠١٨ء)

اخبار الجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

۱۰؍ مارچ بروز ہفتہ شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لیے بادشاہی مسجد تشریف لے گئے جہاں آپ نے ختمِ نبوت کے موضوع پر مختصر بیان فرمایا۔

۱۲؍ مارچ بروز پیر شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب، حضرت مولانا قاری عثمان صاحب کی دعوت پر جامعہ دارالتقوی ختم بخاری شریف میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے۔

۲۵؍ مارچ بروز اتوار شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب، مولانا طارق صاحب کی دعوت پر ختمِ بخاری للبنات میں شرکت کے لیے رائیونڈ تشریف لے گئے اور مختصر بیان فرمایا۔

۲۵؍ مارچ بروز اتوار بعد از مغرب شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب، مولانا ظہیر شاہ صاحب کی دعوت پر ختمِ بخاری میں شرکت کے لیے بادامی باغ تشریف لے گئے۔

خوشخبری
وفاق المدارس العربیہ کے امتحانات کے فوراً بعد
خوشخبری
علماء
و
طلبہ کرام
کے لئے
حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب
شیخ الحدیث
مہتمم جامعہ مدنیہ جدید
دامت برکاتہم
ایک ایسا
21 روزہ
مختصر کمپیوٹر کورس
محدود نشستیں
ترجیحی بنیادوں پر داخلہ
شرائط اہلیت
کم از کم میٹرک کا سند یافتہ ہو۔
اصل قومی شناختی کارڈ مع فوٹو کاپی۔
اصل اسناد یا مصدقہ نقول۔
2 عدد تازہ تصاویر۔
غیر ملکی طلباء کے لئے پاسپورٹ ویزا اور دیگر اصل قانونی دستاویزات۔
جس کا شائقین کو شدت سے انتظار تھا۔ اس میں شرکت کرنے والوں کو ایسی اضافی صلاحیتیں حاصل ہونگی جو کسی بھی شعبہ میں کام کرنے والے علماء کے لئے انتہائی ضروری ہوتی ہیں اور بہت سے علمی و معاشی فوائد بھی حاصل ہونگے
ترجیحات
وفاق المدارس یا کسی بھی ادارے سے دورہ حدیث کا سند یافتہ ہو۔
اپنا ذاتی لیپ ٹاپ یا کم از کم External Hard Disk 500GB ہمراہ ہو۔
اس سے پہلے کمپیوٹر چلانے کا کچھ تجربہ بھی ہو۔
نصاب
بنیادی کمپیوٹر
اردو، عربی، انگلش ٹائپنگ
ان پیج اردو
ایم ایس ایکسل
مکتبہ شاملہ
مکتبہ جبریل
ای میل
انٹرنیٹ پر پڑھانے کیلئے سکائپ
ویب سائٹ بنانے کا طریقہ
میراث وزکوٰۃ سوفٹ ویئرز
تخریج اوقات نماز
تعیین سمت قبلہ
وغیرہ
تمام شرکاء کو کتابیں بطور ہدیہ دی جائیں گی اور نمایاں پوزیشن لینے والوں کو خصوصی انعامات دیئے جائینگے
زیر نگرانی
مولانا ذیشان اکرم صاحب
فاضل جامعہ مدنیہ جدید
سہولیات
قیام وطعام، کمپیوٹر لیب، پروجیکٹر، ابتدائی طبی معائنہ
انتظامیہ
جامعہ مدنیہ جدید
مزید معلومات
0335 5640494

2018-03-11

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ
کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانئ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلب ِسڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی، اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اور اپنے عزیز واَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35399051 - 42 - 92+ 35399052 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر (0-7915-100-020-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر (1-1046-100-040-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور

انوار مدینہ کا اکاؤنٹ نمبر (2-7914-100-020-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور

MONTHLY ANWAR - E - MADINA LAHORE. CPL: 67